29

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

10 تا 16 اگست 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

پاکستان کا مطلب کیا؟

انکارِ سنت یا انکارِ رسالت (II)

فضائے بدر پیدا کر...

لبنان پر اسرائیلی جارحیت
کے خلاف تنظیم اسلامی کا احتجاجی مظاہرہ

آزادی یا غلامی؟

رسول کریم ﷺ کی بشارت

آتش بازی

تبصرۂ کتب

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

پاکستان کی بقا کی بنیاد: اسلام

پاکستان کے مسلمانوں میں مقاصد کی یکجہتی اور ہم آہنگی صرف مسلم قومیّت کے تصوّر اور محض قوم پرستانہ جذبے کی بنیاد پر پیدا نہیں ہوسکتی' بلکہ انہیں کوئی شے ''بنیانِ مرصوص'' (یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بنا سکتی ہے تو صرف وہ مذہبی جذبہ ہوسکتا ہے جو اسلام کے ساتھ حقیقی تعلق اور کردار وعمل کے واقعی رشتے سے پیدا ہو اور اُسی سے غذا حاصل کرے اور نشو ونما پائے۔

اُس مذہبی جذبے کے بارے میں جو پاکستان کے بقا واستحکام کے لیے ٹھوس بنیاد بن سکے' دوسری اہم اور بنیادی بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ یہ جذبہ اسلام کی کسی جدید دانشورانہ تعبیر کے ذریعے پیدا نہیں کیا جا سکتا' بلکہ اُس کے لیے اسلام کی صرف وہی تعبیر مؤثر اور کارگر ہوگی جو صدیوں کے تعامل اور ''روایت'' کی بنا پر مسلمانوں کے ''اجتماعی شعور'' (COLLECTIVE CONSCIOUSNESS) کا جزوِ لاینفک بن چکی ہے۔

موضوعِ زیرِ بحث کے اعتبار سے ہم ایک ایسے جذبے کی بات کر رہے ہیں جو عوام میں ذہنی' فکری اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرے اور اُن کو محنت ومشقت اور ایثار وقربانی پر آمادہ (MOTIVATE) کر سکے اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد کسی جدید تعبیر کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی پیدائش وافزائش کا کوئی امکان اگر ہے تو دین ومذہب کے صرف اور صرف اُن تصورات اور تعبیرات کی بنا پر ہے جن کی 'اسلامیت' نہ صرف یہ کہ مسلمان عوام کے اجتماعی شعور کے نزدیک مُسلم اور قابلِ قبول ہو بلکہ اُن کے تحت الشعور میں رچی بسی ہوتی' کہ اُن کے لاشعور میں نفوذ کیے ہوئے ہو۔ اور اس میں ہرگز کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ تعبیرات اور تصورات وہی ہو سکتے ہیں جنہیں علماء کی تصدیق حاصل ہو' ایسے علماء جن پر دین ومذہب کے معاملے میں مسلمان عوام کی عظیم اکثریت اعتماد کرتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد

استحکامِ پاکستان

الھدیٰ (242)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء

(آیات 163 تا 165)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ ﴾

''(اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اُن سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤدؑ کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔ اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے۔ اور موسیٰؑ سے تو اللہ نے باتیں بھی کیں۔ (سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

قرآن مجید میں یہ وہ مقام ہے جہاں انبیاء و رسل کے ناموں کا گلدستہ آیا ہے۔ یہاں بہت سے انبیاء کے نام لیے گئے ہیں اور ان میں سے بعض کی اضافی شانوں کا بھی بیان ہے۔ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کی جانب بھی وحی کی ہے جیسے کہ ہم نے نوحؑ کی طرف وحی کی تھی۔ اور اُن کے بعد ہم نے اور بھی بہت سے انبیاء پر وحی کی تھی۔ ہم نے ابراہیمؑ' اسماعیلؑ' اسحاقؑ' یعقوبؑ کی طرف اور اُن کی اولاد کی طرف اور عیسٰیؑ' ایوبؑ' ہارونؑ اور سلیمانؑ کی جانب وحی بھیجی تھی اور داؤدؑ کو ہم نے زبور جیسی کتاب عطا فرمائی۔ ہم نے بہت سے رسولوں کو بھیجا' جن کا ہم اس سے پہلے آپؐ کے سامنے تذکرہ کر چکے ہیں اور ایسے بھی رسول ہیں جن کے حالات ہم نے آپؐ کے سامنے بیان نہیں کئے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی تاریخ بیان کرنا تو قرآن مجید کا مقصد نہیں یہ تو کتاب ہدایت ہے' تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ موسیٰؑ کی امتیازی شان بھی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام کیا جیسا کہ کلام کیا جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ کلام پس پردہ تھا۔

اگلی آیت (نمبر 165) فلسفہ قرآن کے ضمن میں بڑی اہم آیت ہے۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ رسول کس لئے بھیجے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ہم نے رسولوں کو بشارت دینے والے اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا' تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے آنے کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی دلیل یا حجت نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز حساب لے گا' پھر نتیجہ نکلے گا کہ کون پاس ہوا' کون فیل ہوا' لیکن امتحان تو کچھ پڑھا کر ہی لیا جاتا ہے۔ کسی کو کچھ دے کر ہی جانچا جاتا ہے۔ کسی بچے کو آپ دس روپے دیں' پھر دیکھیں اُس کا رجحان کس طرف ہے' کھلونوں کی طرف یا کتابوں کی طرف۔ تو اللہ نے انسان کو سمع' بصر اور عقل عطا کی۔ اُس کے اندر روح ودیعت کی' نفس انسانی میں خیر اور شر کی تمیز رکھ دی۔ اب آئندہ کوئی وحی نہ بھی آئے تب بھی انسان ان باتوں کی بنا پر accountable ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لیے مختلف زبانوں میں انبیاء اور رسل بھیجے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے کچھ لوگوں کو چنا جو بڑے اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ تم جانتے تھے کہ ان کے دامنِ کردار پر کوئی داغ دھبہ نہیں۔ اُن کے سیرت و اخلاق تمہارے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی اور تمہیں بتایا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ گویا اللہ نے امتحان آسان کر دیا۔ اب کسی کے پاس کوئی عذر نہیں رہ گیا کہ میں تو بے خبر تھا۔ میں ایسے ماحول میں پیدا ہوا جہاں سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے یا میں تو دو وقت کی روٹی کے دھندے میں ہی پھنسا رہا۔ جب رسول آ جاتے ہیں تو حق مبرہن ہو جاتا ہے۔ حق اور باطل واضح ہو جاتا ہے اور کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ یہ ہے اللہ کی طرف سے اتمام حجت۔ رسول کسی کو زبردستی ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ البتہ جن لوگوں کی روح بیدار ہو جائے اور پھر وہ نبی کی بات سنیں اور سیدھے راستے پر چل پڑیں' ان کے لیے تو نبی مبشر ہوئے' اور جو لوگ اس کے بعد بھی غلط راستوں ہی پر چلتے رہیں' تعصب' ہٹ دھرمی' ضد اور مفادات کے تحفظ کا خیال اُن کے پاؤں کی بیڑی بن جائے' ایسے لوگوں کو رسول خبردار کرتے ہیں کہ اب تمہارے لیے بدترین انجام یعنی جہنم تیار ہے۔ رسول ﷺ اُن کے لیے گویا منذرین ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک مقصد بعثت تو عمومی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔ اور آپ کا ایک خصوصی مقصد بعثت اور امتیازی شان ہے کہ آپؐ کو تکمیل دین کا فرض بھی سونپا گیا۔ ''لیظھر علی الدین کلہ'' اس طرح آپؐ خاتم النبین بھی تھے۔

فرمانِ نبویؐ

دولت کے بندے اللہ کی رحمت سے محروم

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ)) (رواہ ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''بندۂ دینار اللہ کی رحمت سے محروم ہو' اور بندۂ درہم اللہ کی رحمت سے دُور رہے۔''

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 | 10 تا 16 اگست 2006ء | شمارہ 29
14 تا 20 رجب المرجب 1427ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

پاکستان کا مطلب کیا؟

پاکستان اُنسٹھ سال پہلے 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ یوں وہ عمر کے ساٹھویں برس میں داخل ہو چکا ہے۔ ایک فرد تو اس عمر میں ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ جاتا ہے' جبکہ ایک ریاست کی یہ بھرپور جوانی کا دور ہوتا ہے۔ اِس عرصہ میں ایک ریاست اپنی بنیادوں کو مضبوط بنا لیتی ہے' اور چونکہ نئی نسل ہر سطح پر باگ ڈور سنبھال چکی ہوتی ہے' لہٰذا اِن مضبوط بنیادوں پر تعمیرِ نو ہر سمت نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔

آزادی کے حوالہ سے بھارت چین سمیت بہت سے ممالک پاکستان کے ہم عمر ہیں۔ اُن ہی دنوں میں جرمنی اور جاپان جنگ کی تباہ کاریوں کا سامنا کرتے ہوئے ایک نیا جنم لے رہے تھے۔ بنگلہ دیش نے 24 سال بعد پاکستان کی کوکھ سے جنم لیا۔ مشرقِ بعید کے بہت سے ممالک عمر میں پاکستان سے چھوٹے ہیں لیکن اِن سب ممالک کی اقتصادی اور سیاسی حالت کا جائزہ لیں اور قانون کی بالادستی کا نظارہ کریں اور پھر بحیثیت پاکستانی اپنے گریباں میں منہ ڈالیں تو سر شرم سے مزید جھک جاتا ہے۔ چین اقتصادی جن بن چکا ہے' دفاعی لحاظ سے اتنا مضبوط ہے کہ اُس کے حوالے سے سپر پاور امریکہ بات احتیاط سے کرتا ہے۔ بھارت صنعتی ترقی کے لحاظ سے صفِ اوّل میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ اُسے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مختلف مذاہب' مختلف زبانیں اور قومیت اور مختلف نسلوں کے ایک ارب سے زائد لوگ کھری جمہوریت کے طفیل مِل جل کر ''سب سے اچھا ہندوستان ہمارا'' کی صدا لگا رہے ہیں۔ اور تو اور ربع صدی بعد ہم سے جدا ہونے والا بنگلہ دیش اقتصادی لحاظ سے ہم سے مضبوط ہے اور سیاسی لحاظ سے ایک مستحکم نظام رکھتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کیا ہم کمتر ذہنی صلاحیت کے مالک ہیں؟ کیا ہم جسمانی طور پر کمزور اور ناتواں ہیں؟ کیا ہم بزدل اور خوفزدہ ہیں؟ کیا ہم کام چور ہیں اور محنت سے جی چراتے ہیں؟ ہماری رائے میں اِن میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ ہمارے سائنس دانوں' انجینئروں اور ڈاکٹروں نے امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ہم بزدل نہیں ہیں' ہم جسموں سے بم باندھ کر ٹینکوں کے نیچے گھس جاتے ہیں۔ ہم محنتی قوم ہیں' جائیں دبئی' شارجہ اور سعودی عرب کے ریگزاروں' صحراؤں سے معلوم کرلیں' ہم محنت سے جی نہیں چراتے' یورپ اور امریکہ کی فیکٹریوں کا ریکارڈ گواہ ہے۔ پھر پاکستان پستی کی طرف کیوں لڑھک رہا ہے' ہمیں مالی طور پر دیوالیہ ہونے سے کبھی سعودی عرب ازراہِ کرم بچاتا ہے اور کبھی نائن الیون کا حادثہ۔ سیاسی لحاظ سے پاکستان جیسا یتیم دنیا بھر میں کوئی نہ ہوگا۔ یہاں آرمی چیف ملک کے صدر ہوتے ہیں۔ یہ حضرات کبھی بنیادی جمہوریت' کبھی غیر جماعتی اور کبھی ''حقیقی'' جمہوریت سے قوم کو متعارف کرواتے ہیں اور عوامی مینڈیٹ کی دعویدار سیاسی قیادت لندن کے مہنگے ترین فلیٹوں میں بیٹھ کر غریب کے صدقے واری جاتی ہے' اور حصولِ اقتدار کے لیے وائٹ ہاؤس کا دن رات طواف کرتی ہے۔ معاشرتی اور سماجی لحاظ سے ہم پر یہ ضرب المثل مکمل طور پر منطبق ہوتی ہے ''کوا چلا ہنس کی چال' اپنی بھی بھول گیا۔'' ہم ریاستی سطح پر ''اسفل السافلین'' کی مثال بنے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کو ہم سے کوئی دشمنی ہے' ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان ایک بڑا ملک تھا اور اُس کے ایک ہونے کی بنیاد ہندوستانی قومیت تھی۔ مسلمانانِ ہند نے کہا کہ ہم ایک الگ قوم ہیں' قومیں وطن سے نہیں نظریہ سے وجود میں آتی ہیں۔ جذبہ سچا تھا اور نیت نیک تھی' لہٰذا مسلمان اقلیت کا مطالبہ ہندو اکثریت اور حاکم انگریز کو ماننا پڑ گیا۔ مذہب کے نام پر ایک انوکھی ریاست وجود میں آ گئی جس کے دو حصوں میں ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا اور ایک حصہ میں بھی کئی قومیں' کئی نسلیں تھیں' جن کی زبانیں مختلف تھیں' جن کا رہن سہن اور بود و باش مختلف تھا۔ پھر یہ کہ پاکستان تو معرضِ وجود میں آیا ہی وطنی قومیت کی نفی کر کے تھا'

لہٰذا اہلِ پاکستان کو دین کے سوا جوڑ کر رکھنے والی اور کوئی شے نہ تھی۔ جب یہ سیمنٹ بیچ میں سے نکل گیا تو پہلے مشرقی پاکستان الگ ہوا اب بلوچستان، سندھ اور سرحد سے آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ ٹوٹ پھوٹ کے بعد what remains of Pakistan میں ہم بحیثیت قوم پستی کے مسافر بن کر رہ گئے ہیں تو اُس کی وجہ بھی یہی ہے۔

اللہ کسی قوم سے ظلم نہیں کرتا، یہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہی نہیں ہمارا تجربہ بھی ہے۔ پاکستان قائم ہوا تو ہر مسلمان کے لیے تین سمتیں، تین جہتیں یا تین سطحیں کام کرنے کی تھیں۔ اعلیٰ ترین سطح یہ تھی کہ نظریۂ پاکستان کو عملی شکل دینے اور پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ کو ثابت کرنے کی بھر پور جدو جہد کی جاتی۔ علامہ اقبال کے تصورات اور قائداعظم کی خواہشات کے مطابق خلافت راشدہ سے مشابہہ خلافت کا نظام قائم ہو جاتا تو آج بھی مشرقی اور مغربی پاکستان میں فصل صرف جغرافیائی ہوتا اور وہ یکجان ہوتے۔ ہم نے خود پر ظلم کیا، اسلام کا دامن چھوڑ دیا، چنانچہ ملک کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور دوسرا بھی خزاں رسیدہ پتے کی مانند ہو چکا ہے۔

محنت اور جدو جہد کی دوسری سطح قومی اور ملکی بہتری کے لیے ہو سکتی تھی۔ ملک اور قوم کے بارے میں ہمارا رویہ اِس تکیہ کلام سے واضح ہو جاتا ہے۔ ''کھا جا کھا جا سرکاری مال اے''۔ اندازہ کریں بڑے شہروں میں زمین کے چھوٹے چھوٹے پلاٹ کروڑوں میں بک رہے ہیں اور پاکستان کے سب سے بڑے شہر میں میلوں پھیلی ہوئی سٹیل مل کی نجکاری کوڑیوں کے بھاؤ کر دی جاتی ہے۔ پھر پاکستان پھلے پھولے تو کیسے اور پستی کی حدوں کو کیوں نہ چھوئے۔

اپنی ذات کے لیے محنت اور جدو جہد میں اگرچہ کوئی حرج نہیں لیکن مقابلتاً یہ ایک ادنیٰ سطح کی جدو جہد ہے۔ لیکن پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگانے والی قوم نے صرف اور صرف اپنی ذات کو اپنی جدو جہد اور محنت کا مرکز بنا کر لوٹ کھسوٹ پر کمر باندھ لی۔ الا ماشاءاللہ جس سطح پر ہم نے جدو جہد کی اُسی سطح پر اللہ نے ہمارے لیے راستے کھول دیئے لہٰذا جن کے پاس سائیکل مرمت کرانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے اُن کی بڑی بڑی گاڑیاں سڑکوں پر فرّاٹے بھرنے لگیں۔ کوٹھریوں کی جگہ کنالوں پر محیط کوٹھیاں بن گئیں جو منڈیوں میں پلے داری کرتے تھے اُنہوں نے مارکیٹوں میں پلازے کھڑے کر لئے۔ وہ جو کلرک ہونے کو ترستے تھے اُن کی اولادیں سیکرٹریٹ کے ائرکنڈیشنڈ کمروں میں منہ میں سگار دبائے moving chairs پر جھولنے لگیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ قوم جو پہلے ہی منقسم تھی اُس میں انتہائی امیر اور انتہائی غریب کی مزید تقسیم ہو گئی۔ مڈل مین بتدریج ختم ہوتا چلا گیا۔

سرمایہ دارانہ جمہوریت کی سب سے بڑی بُرائی یہ ہے کہ اِس سے طبقات کے درمیان خلیج بڑھ جاتی ہے، اور اگر قیادت کرپٹ ہو تو پھر وہی حال ہوتا ہے جو آج پاکستان کا ہے۔ اندرونی اور بیرونی سطح پر پاکستان اور اہل پاکستان کو ذلت و رسوائی کا سامنا ہے۔ یورپ کے ہوائی اڈوں پر پاکستانیوں کی الگ قطار بنوائی جاتی ہے سبز پاسپورٹ دیکھ کر وہ چوکنا ہو جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان کا پستی کا سفر ختم نہیں ہو سکتا، کیا پاکستانی دنیا میں عزت و توقیر کی نگاہ سے کبھی بھی نہیں دیکھے جائیں گے؟ کیا ہم موجودہ ذلت و رسوائی سے کبھی نجات نہیں پا سکیں گے؟ ہم پورے تیقن کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ممکن ہے، شرط صرف یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اُسے ایفا کریں۔ اسلام کا نظام عدل و قسط اُس کی صحیح سپرٹ کے ساتھ نافذ کریں۔ ہمارا کوئی لیڈر حلف لیتے ہوئے کہہ دے تمہارا کمزور میرے لئے اُس وقت تک قوی ہے جب تک کہ میں اُس کا حق اُسے نہ دلا دوں اور تمہارا قوی میرے لئے اُس وقت تک کمزور ہے جب تک میں اُس سے لوگوں کا حق لے نہ لوں۔ یہی عزت کا راستہ ہے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے، دنیوی اور اُخروی سلامتی۔

آخر میں ہم مسلمانانِ پاکستان اور خصوصاً مذہبی جماعتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا تن من دھن پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے لگا دیں۔ اپنی توانائیاں اگر بحالی جمہوریت پر صرف کریں گے تو ''خر آمد گاؤ رفت'' والا چکر چلتا رہے گا۔ اس باطل نظام کے زیر سایہ جو بھی حکومت بنائے گا، پاکستان کی کشتی کو بھنور سے نہیں نکال سکے گا۔ چاہے کوئی مذہبی جماعت اسلام اسلام کے نعرے لگاتے ہوئے اقتدار میں آ جائے اُس کے بھی ہاتھ پاؤں بندھ جائیں گے۔ گذشتہ انتخابات میں ایم ایم اے کی کامیابی اور سرحد میں پانچ سالہ کارکردگی اس کا ثبوت ہے۔ یہ نظام پستی اور ذلت کی دلدل ہے، جتنا زور لگائیں گے اتنا ہی اندر دھنستے چلے جائیں گے۔ اگر پاکستان کو ''پاک ستان'' بنانا ہے، تو ہمیں عملی طور پر ثابت کرنا ہوگا کہ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہیں۔

اظہارِ خیال

آپ بھی اپنے بچے کو سکول بھیجیں!

پروفیسر (ر) محمد یونس جنجوعہ

حکومت پنجاب کی طرف سے اخبارات میں جہازی سائز کے اشتہارات شائع ہو رہے ہیں، جن میں کہا جاتا ہے کہ آپ بھی اپنے بچے کو سکول بھیجیں، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کس سکول میں بھیجیں۔ سرکاری تعلیم ادارے تو 5% بچوں کے لیے بھی کافی نہیں۔ 95 فیصد بچے تو پرائیویٹ سکولوں میں جائیں گے، جہاں فیس ایک ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔ دیگر فیسیں مثلاً داخلہ فیس، امتحانی فیس وغیرہ اور آئے دن کے چندے اس کے علاوہ ہیں۔ چھوٹے ملازم یا غریب لوگ تو پنجاب حکومت کے اس نعرے پر عمل کا سوچ بھی نہیں سکتے کیونکہ پرائیویٹ سکولوں کی فیس اتنی زیادہ ہیں کہ ایک گزیٹڈ آفیسر بھی صرف تنخواہ کی آمدنی میں اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیج سکتا۔ جس افسر کی تنخواہ دس ہزار روپے ماہانہ ہے، اُس کے تین بچوں کا تعلیمی خرچ کم از کم چھ ہزار روپے ہے۔ باقی چار ہزار میں وہ روٹی کپڑے اور رہائش کے اخراجات کیسے پورے کرے گا، جبکہ اُسے بجلی، گیس اور ٹیلیفون کے بل بھی ادا کرنے ہیں۔

اس نعرے کے عملی جامہ پہنانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدام کرنے ہوں گے ورنہ یہ نعرہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کے مترادف ہوگا۔

1- بچوں کی تعداد کے مطابق فراخ دلی کے ساتھ سرکاری سکول کھولے جائیں۔ جہاں معقول تنخواہ پر اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ تعینات کئے جائیں۔ تعلیم کے شعبہ کے لیے بجٹ میں شایانِ شان رقم مختص کی جائے۔

2- سرکاری سکولوں میں تعلیمی معیار بلند کرنے کے لیے انسپکشن کا پرانا طریقہ رائج کیا جائے۔ اچھے نتائج دکھانے والے اساتذہ کی حوصلہ افزائی نقد انعام یا ترقی کی صورت میں کی جائے جبکہ فرائض سے غفلت برتنے والوں کی تادیب کی جائے۔

3- پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور سرکاری تعلیمی اداروں میں ایک ہی نصابی کتب پڑھائی جائیں۔

4- پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں مناسب ماہانہ فیس مقرر کی جائے، جس سے زائد وصول کرنا جرم قرار دیا جائے۔

انکارِ سنت یا انکارِ رسالت

دجالیت اپنے تیسرے مرحلہ میں شرم و حیا' عصمت و عفت اور ستر و حجاب کے تصورات سے آزاد تہذیب کے قیام اور اسلامی تہذیب کے خاتمے کے لیے کوشاں ہے . اور چونکہ اسلامی تہذیب کی بنیاد سنت رسولﷺ ہے' لہٰذا کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں میں انکارِ سنت کا فتنہ عام کر دیا جائے اور اُن کے دلوں سے اپنے نبی اکرمﷺ کی تعظیم و توقیر اور محبت و عقیدت کا جذبہ ختم کر دیا جائے

بانی' تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ العالی کا ایک فکر انگیز خطاب

(گزشتہ سے پیوستہ)

اِس دور میں ایک مرتبہ پھر تفریق بین اللہ والرسل کا فتنہ انتہائی خوفناک صورت میں ظاہر ہوا ہے۔اب کی بار اُس کی پشت پر امریکہ کی دجالی طاقت ہے۔امریکہ اور اُس کے اتحادی منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا رشتہ نبی اکرم ﷺ سے توڑنا چاہتے ہیں۔آپ کی سنت سے انہیں دور کرنا چاہتے ہیں۔مغربی ممالک کے پرنٹ میڈیا میں پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے پس پردہ بھی ناپاک جذبہ کارفرما تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی ﷺ کی جو عظمت اور توقیر و تعظیم پائی جاتی ہے اُس پر ضرب لگائی جائے' اور نبی اکرم ﷺ سے اُن کا تعلق کمزور کیا جائے تاکہ اُن کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اہمیت ختم ہو جائے۔

اِس فتنہ کے پس منظر میں دجالیت کا فتنہ ہے۔اور یاد رہے کہ دجالِ اکبر تو ایک شخص ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا' اور زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دے گا۔اُس نے ابھی آنا ہے۔مگر فتنہ دجالیت جس کا آغاز کئی سو سال پہلے ہو چکا ہے' آج پوری دنیا میں اپنے پنجے گاڑھ چکا ہے۔دجالیت کے تین مراحل ہیں۔

دجالیت کا پہلا مرحلہ سیکولرازم ہے۔سب سے پہلا کام جو دجالیت نے کیا' وہ یہ ہے کہ اُس نے مذہب اور سیاست کو جدا کر دیا۔کہا گیا کہ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے' اُسے اجتماعی نظام سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔اللہ' رسول اور آسمانی ہدایت کو ریاست کے اجتماعی معاملات میں بالکل الگ ہونا چاہیے۔سیاسی نظام ہم خود وضع کریں گے' قانون سازی ہم خود کریں گے' کیونکہ اِس کا اختیار عوام کو ہے۔اگر ہم جنس پرستی کی اجازت دیں' مکمل جنسی آزادی اور بے راہ روی والا معاشرہ قائم کریں تو انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔کوئی شخص مذہب کی بنیاد پر اِس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ہاں نجی زندگی میں ہر شخص کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہے۔اُس کی آزادی پر قدغن نہیں لگائی جائے گی۔انفرادی سطح پر کوئی شخص ایک خدا کو مانے یا دس کو' یا کسی کو بھی نہ مانے' کوئی مسجد جائے' مندر' چرچ یا گوردوارہ جائے' اُسے نہیں روکا جائے گا۔

امریکہ کے صدر بش جب یہ کہتے ہیں کہ ہماری جنگ اسلام کے خلاف نہیں ہے' تو اسلام کے مذہبی پہلو کے حوالے سے اُن کی یہ بات غلط نہیں ہوتی۔آج مسلمان امریکہ میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اُن کی تبلیغ سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔وہ چرچ خرید کر مسجدیں بنا رہے ہیں' بلکہ یہاں تک کہ ماہ رمضان میں وائٹ ہاؤس میں انہیں افطاریاں بھی دی جاتی ہیں۔عیدین پر یادگاری ٹکٹ جاری کئے جاتے ہیں۔کیونکہ اسلام کے مذہبی پہلو سے انہیں دشمنی نہیں ہے۔اُن کی دشمنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی خلافت کے نظام سے ہے۔ Islam as a socio politico economic system انہیں ہرگز گوارا نہیں۔

اسلام کے نظام عدل سے کفار کی دشمنی تو ظاہر و باہر ہے' مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ خود مسلمانوں کی عظیم اکثریت بھی اسلام کو محض مذہب کی حیثیت سے جانتی ہے۔

> رپورٹ کے مرتبین کا کہنا ہے کہ بنیاد پرست مسلمان جو اسلام کو مکمل نظام زندگی سمجھتے ہیں اور اُس کے غلبے کے لیے کوشاں ہیں' ہمارے کٹر دشمن ہیں۔یہ ہمارے نظام زندگی اور تہذیب وتمدن کے مخالف ہیں' انہیں ہم نے بہر صورت ختم کرنا ہے

دجالیت کا دوسرا مرحلہ سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کا قیام ہے۔دجالیت نے دنیا بھر میں سودی نظام کا جال پھیلا دیا ہے' جس سے انسانیت سود کے شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔حالانکہ سود کبیرہ گناہ ہے۔تمام آسمانی شریعتوں میں اُسے حرام قرار دیا گیا۔شریعت کی رو سے عقیدہ میں شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔جس کی بخشش نہیں ہے' اور عمل میں سود بہت بڑا گناہ ہے۔اِس کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سود کا معاملہ کرنے والے کے خلاف اللہ اور اُس کے رُسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔قابل غور بات یہ ہے کہ چوری اور زنا جیسے کبیرہ گناہوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم نہیں دیا گیا' مگر سود کے معاملے پر جنگ کا اعلان کیا گیا ہے۔اِس گناہ کی شناعت اور برائی کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ سے بھی ہوتا ہے' جس میں آپؐ نے فرمایا:

"سود کے گناہ کے (چھوٹے بڑے) ستر حصے ہیں۔
ان میں سے جو سب سے چھوٹا ہے وہ اِس کے برابر ہے
کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔"
(سنن ابی داؤد)

دجالیت کا تیسرا مرحلہ وہ ہے جس کا آغاز اب ہو رہا ہے' اور وہ ہے شرم و حیا' عفت و عصمت اور ستر و حجاب کے تصورات سے آزاد تہذیب اور معاشرت کی تشکیل اور فری سیکس سوسائٹی کا قیام۔ایک ایسی سوسائٹی جس میں مکمل جنسی آزادی ہو۔ہم جنس پرستی کو بُرا نہ سمجھا جائے۔زنا کو قانونی تحفظ حاصل ہو۔کوئی بھی شخص عصمت فروشی کو بُرا نہ کہے۔(ہمارے ملک میں حدود آرڈی نینس میں مجوزہ ترامیم خاص طور پر زنا بالرضاء کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دینے کی تجویز کو اِسی تناظر میں دیکھا جائے۔از: مرتب)

غیر مسلم دنیا خاص طور پر عالم مغرب میں یہ طوفان آ چکا ہے۔یہ تمام پاکیزہ تصورات ختم ہو چکے ہیں۔خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔شادی کا مقدس ادارہ ٹوٹ چکا ہے۔امریکہ میں صدر بش بار بار کہتے ہیں کہ شادی کرو' مگر اُن کی بات پر کوئی توجہ نہیں دیتا۔یہی کہا جاتا ہے کہ We are living together but we are not married اس کی ایک وجہ وہاں کے انتہائی غیر فطری عائلی قوانین بھی ہیں۔مثلاً اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے گا' تو اُس کی جائیداد فوراً عورت کو مل جائے گی اور اگر ایک مکان ہے تو وہ بھی عورت کا ہوگا' مرد کو اُس سے نکلنا ہوگا۔

مغربی دنیا میں تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو چکا ہے مگر عالم اسلام میں شرم و حیا کے کچھ تصورات ابھی باقی ہیں۔اگرچہ ہماری ایلیٹ کلاس بھی پوری طرح مغرب کے رنگ میں رنگی جا چکی ہے' تاہم مجموعی طور پر مسلمان معاشروں میں شرم و حیا' عصمت و عفت کی اقدار موجود ہیں۔شادی کا مقدس بندھن اور

خاندانی نظام ابھی زندہ ہے۔ اب پوری کوشش کی جارہی ہے اور ہر قسم کے وسائل اور قوت اس بات پر صرف کی جارہی ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے۔

اسلامی معاشرت اور تہذیب کا خاتمہ آسان نہیں۔ ہنٹنگٹن نے اپنی کتاب Clash of Civilization میں یہی بات لکھی ہے۔ اُس نے ٹائن بی کے حوالے سے کہا ہے کہ دنیا میں اب تک بیس تہذیبیں آئی ہیں۔ ان میں سے بارہ تو مر چکی ہیں' آٹھ ابھی زندہ ہیں۔ اُن آٹھ میں سے ایک تو ہماری (مغربی تہذیب) ہے' باقی سات اور ہیں جو دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ ہنٹنگٹن کا کہنا ہے کہ ان سات تہذیبوں میں سے پانچ تو ایسی ہیں جنہیں فتح کر لینا مشکل نہیں' وہ جلد ہماری تہذیب میں ضم ہو جائیں گی' البتہ دو تہذیبیں ایسی ہیں جن کا خاتمہ آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اُن میں ایک اسلامی تہذیب ہے اور دوسری کنفیوشس کی تہذیب (یعنی چین کی تہذیب)۔

چونکہ یہ مشکل ہدف ہے لہٰذا اس کے لیے منظم منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ مکروہ منصوبوں کے جال بنے گئے ہیں' اسلامی تہذیب کے خلاف میڈیا وار کے ساتھ ساتھ ایسی خطرناک سکیمیں پیش کی جارہی ہیں جن پر عمل درآمد سے اسلامی معاشرت اور خاندانی نظام کا یکسر خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے عالم اسلام کو گھیرا جارہا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ''قاہرہ کانفرنس'' ہوئی۔ پانچ سال بعد ''بیجنگ کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے زیر اہتمام ''بیجنگ پلس فائیو'' کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ ان کانفرنسوں میں جو سفارشات پیش کی گئی ہیں' اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو اس کا واضح مطلب اسلامی تہذیب اور معاشرت سے کھلی بغاوت ہے۔ مثال کے طور پر ان کی سفارشات میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت عصمت فروشی کرتی ہے تو اُسے بُرا نہ کہا جائے۔ وہ خدمت انجام دے رہی ہے' لہٰذا اُسے عصمت فروش کی بجائے ''Sex worker'' کہا جائے' اسی طرح ہم جنس پرستی کو بھی غلط نہ کہا جائے۔ اس کے علاوہ اگر عورت گھر کا کام کرے تو شوہر اسے معاوضہ دے' یا حمل کی مصیبت جھیلے تو اُسے اجرت ادا کی جائے۔

اس منصوبہ کو اسلامی دنیا پر مسلط کرنے کے لیے اربوں ڈالر خرچ کیے جارہے ہیں' تاکہ اسلامی تہذیب کو جڑ سے اکھیڑ دیا جائے۔ اور چونکہ اس تہذیب کی بنیاد سنت رسول ہے' اس لیے کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں میں سنت سے انکار کا فتنہ عام کر دیا جائے اور ان کے دلوں سے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور محبت اور عقیدت کا جذبہ ختم کر دیا جائے۔

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ دور ملوکیت میں مسلمانوں کے سیاسی نظام میں اضمحلال آیا' خلافت کی جگہ ملوکیت نے لی۔ جاگیرداری نظام نے جنم لیا۔ مزارعت کا آغاز ہوا' جس کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے علاوہ معیشت میں بعض صورتوں میں سود داخل ہو گیا' تاہم مسلمانوں کی معاشرت' تہذیب اور عائلی نظام میں کسی دور میں بھی فرق نہیں آیا۔ ہماری تہذیب کے خدوخال ہمیشہ وہی رہے جو روزِ اوّل سے چلے آ رہے تھے۔ عائلی قوانین سلامت رہے۔ شادی کا بندھن اور خاندان کا ادارہ قائم رہا۔ الغرض سپین سے انڈونیشیا تک ہر دور میں مسلمانوں کی تہذیب محفوظ رہی ہے۔ مگر آج اس تہذیب کی جڑیں کھودنے اور چادر اور چار دیواری کے حصار کو توڑنے کے لیے گھناؤنی سازش کی جارہی ہے۔ اسلامی معاشرے میں بے پردگی اور فحاشی و عریانی کے فروغ کے ذریعے مخلوط سوسائٹی کے قیام' خاندانی نظام کی بیخ کنی' شادی کے مقدس بندھن کے خاتمے اور آزاد شہوت رانی کی ترویج کے لیے بھرپور کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس مقصد کے لیے این جی اوز کے ذریعے اربوں ڈالر خرچ کیے جارہے ہیں' اور میڈیا کو بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔

اس صورتحال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ عالم اسلام کے حکمران اس سازش کا توڑ کرتے وہ خود ہی یہودیوں اور عیسائیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ رہ گئے عام مسلمان تو اُن میں سے وہ لوگ جو اسلامی تہذیب کی بقا اور اسلام کا بحیثیت دین اور نظام زندگی احیاء کرنا چاہتے ہیں انہیں امریکہ اور اُس کے اتحادی اپنا دشمن نمبر 1 خیال کرتے ہیں اور اس بنا پر اُن کے خلاف علانیہ جنگ کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں امریکہ کے تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن کی ایک رپورٹ چشم کشا ہے' جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے انقلابی اسلام کو کرش کرنا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان چار قسم کے ہیں' جن میں بعض تو ہمارے لیے بے ضرر ہیں اور بعض ہمارے کھلے دشمن ہیں۔

رپورٹ کے مطابق پہلی قسم بنیاد پرست (Fundamentalists) مسلمانوں کی ہے' یہ وہ مسلمان ہیں جو اسلام کو ایک مکمل نظام زندگی سمجھتے ہیں۔ اور اس کے غلبے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ ہمارے دشمن ہیں' کیونکہ یہ ہماری تہذیب و تمدن کے مخالف ہیں' ہمارے نظام زندگی کے خلاف ہیں' لہٰذا انہیں ہم نے بہرصورت ختم کرنا ہے۔

دوسرے روایت پسند (Traditionalists) مسلمان ہیں، جو نماز' روزہ اور مراسم عبودیت میں مگن ہیں۔ یہ فی نفسہٖ ہمارے لیے کوئی چیلنج نہیں' البتہ اگر یہ بنیاد پرستوں کے ساتھ مل جائیں تو بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں کا

پریس ریلیز

4 اگست 2006ء

اقتدار کی محبت اور موت کے ڈر نے مسلمان حکمرانوں کو بزدل بنا دیا ہے

حافظ عاکف سعید

لاہور (پ ر) ایمان کا بنیادی تقاضا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے' مگر افسوس امت کی عظیم اکثریت آج اطاعت کے برعکس نافرمانی کی روش پر گامزن ہے' اور اپنی معیشت اور معاشرت و تمدن میں غیر اسلامی طور طریقے اختیار کر چکی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہی' جو مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی نافرمانی اور دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان ہر جگہ مصائب اور مسائل کا شکار ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ دنیا کی محبت اور موت کے ڈر نے مسلمانوں کو بزدل بنا دیا ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں پر مشتمل امت مسلمہ عالم کفر کے مقابلے میں جھاگ کی سی حیثیت اختیار کر چکی ہے' جس کی دنیا میں کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اس تلخ حقیقت کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ لبنان کے مسلمانوں پر تین ہفتوں سے بمباری کی جارہی ہے۔ اس صورتحال پر ہر حساس مسلمان کا خون کھول رہا ہے' مگر امت کے حکمران خوب غفلت کے مزے لے رہے ہیں۔ اُن کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ اسرائیلی بربریت کے دو عشرے گزر جانے کے بعد او آئی سی کا اجلاس بلایا جا سکا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ اس اجلاس میں بھی محض مذمتی بیانات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ اسرائیل کے خلاف کسی قسم کے عملی اقدام کا تذکرہ تک نہیں کیا گیا۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ عظیم ہیں وہ لوگ جو اس بے عملی اور بے یقینی کی فضا میں بھی اللہ پر توکل کے سہارے طاغوت کے خلاف برسرپیکار ہیں اور کسی بھی صورت اُس کے آگے سر جھکانے کو تیار نہیں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

مساجد کے ساتھ گہرا تعلق ہے لہٰذا ان پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان کو کنٹرول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں اختلافی مسائل میں الجھائے رکھو۔ ان کے مابین نور و بشر کا جھگڑا، علم غیب کی بحث اور رفع الیدین کا نزاع پیدا کرو، تاکہ اسلام کے حرکی تصور تک ان کی رسائی ہی نہ ہونے پائے۔

تیسرے تجدد پسند (Modernists) مسلمان ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو من مانی تعبیرات کے ذریعے اسلام کو جدید رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ یہ ہمارے ایجنٹ ہیں۔ ان کی خوب مدد کرو، انہیں سپورٹ کرو، ان کے ساتھ مالی تعاون بھی کرو اور انہیں الیکٹرانک میڈیا پر بھی نمایاں کرو تاکہ ٹی وی کے ذریعے ان کے خیالات عوام تک پہنچ سکیں۔

مسلمانوں کی چوتھی قسم Secularists ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کو نجی معاملہ سمجھتے ہیں اور ریاست کے معاملات میں اس کے عمل دخل کے یکسر خلاف ہیں۔ یہ لوگ ہمارے لیے بہت اہم ہیں، کیونکہ یہ ہمارے ہی مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

رپورٹ کے عین مطابق ہمارے ہاں کئی ماڈرنسٹ اور سیکولرسٹ موجود ہیں، جو اسلام کا حلیہ بگاڑ دینا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ”دانشور“ کا کہنا ہے کہ اسلام میں پردہ نہیں ہے، یہ تو اپنے دور کا کلچر تھا۔ کیا یہ صاحب اِس حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں کہ اپنے وقت کا کلچر تو جاہلی کلچر تھا جس میں بے شمار خرابیاں تھیں۔ اسلام نے انہیں دور کر کے ایک نیا اسلامی کلچر پیدا کیا۔ مثلاً جاہلی کلچر میں بھی پردہ کسی حد تک رائج تھا۔ حمار (اوڑھنی) عورت کے لباس کا حصہ تھی۔ اوڑھنی یا تو گلے کا ہار ہوتی تھی یا کام کاج کے دوران عورتیں اُسے اپنی کمر کے گرد کس لیتی تھیں۔ جلباب (ایک بڑی چادر) بھی عورت کے لباس میں شامل تھی۔ عورت جب گھر سے باہر نکلتی تو ایک بڑی سی چادر میں اپنے آپ کو لپیٹ لیتی تھی۔

اسلام نے اِس میں یہ ترمیم کی کہ عورتوں سے کہا گیا کہ جب گھر سے باہر نکلو تو اپنی جلباب کا ایک پلو اپنے چہرے کے آگے بھی لٹکا لیا کرو۔ اِسی طرح کہا گیا کہ جب خواتین سے کوئی چیز مانگنی ہو تو من وراء حجاب (پردے کے پیچھے سے) مانگا کرو۔ عورت کے لباس کے معاملے میں یہ ہدایت دی گئی کہ گھر کے اندر بھی اُس کا لباس ساتر ہو اور ڈھیلا ہو، چست نہ ہو کہ اُس سے جسم کے نشیب و فراز واضح ہوں۔ ایک اور ترمیم یہ کی گئی عورتیں اپنی اوڑھنیوں سے اپنے سینوں کے اوپر بکل مار لیا کریں، تاکہ اُن پر کرتے کے علاوہ ایک اضافی کور آ جائے۔ ظاہر ہے کہ عورت کے جسم میں اُس کے نسوانی حسن کا بڑا حصہ اُس کا سینہ ہے......

پس واضح ہوا کہ اپنے دور کا کلچر جاہلی کلچر تھا، اِس میں اصلاح اور درستگی کر کے اُسے اسلامائزڈ کیا گیا۔ اور یوں ایک نیا اسلامی کلچر وجود میں آیا، جو آج تک ہمارے ہاں چلا آ رہا ہے۔ لہٰذا یہ کہہ دینا کہ پردہ محض اپنے زمانے کا کلچر تھا، کھلی گمراہی ہے، جو

> **آج اسلام کی اجنبیت کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ شریعت پر عمل کریں، شرعی پردہ نافذ کریں تو معاشرے میں نکو بن جائیں گے۔ آپ کی برادری آپ کا بائیکاٹ کر دے گی۔ آپ کی بچیوں کو رشتے نہیں ملیں گے**

دراصل تفریق بین اللہ والرسل کی بیماری کا نتیجہ ہے۔

اب ایک اور دانشور کی مثال لیجیے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال (فرزند اقبال) ہماری ایک نامور اور محترم شخصیت ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اسلام میں شراب حرام نہیں ہے، حرام تب ہوتی ہے جب اتنی زیادہ مقدار میں پی جائے کہ پی کر آدمی مدہوش ہو جائے۔ گویا تھوڑی سی شراب پی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے...... سوال یہ ہے کہ اگر یہی بات ہے تو پھر شراب کی ممانعت کے متعلق حکم سُن کر صحابہ کرامؓ نے شراب سے بھرے برتن کیوں توڑ دیئے تھے۔ انہوں نے ایسا کیوں نہ کر لیا کہ شراب کو محفوظ رکھتے اور تھوڑی تھوڑی پیتے رہتے۔ انہوں نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ قرآن میں حرمت شراب کا حکم نہیں آیا ہے۔ شراب نوشی کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

(المائدہ:90)

”اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو اُن سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔“

ذرا غور کیجیے! یہاں کہا گیا ہے کہ یہ گندگی ہے جو شیطان کے اعمال میں سے ہے، اِس سے بچو، باز آ جاؤ......اور سورۃ المائدہ میں تو اِس سے بھی سخت الفاظ آئے ہیں ”فھل انتم منتھون“ تم باز آتے ہو کہ نہیں۔ شراب نوشی سے اجتناب کے حوالے سے اس قدر سخت انداز بیان سے ہی اُس کی شناعت واضح ہو جاتی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ سنتِ رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شراب حرام ہے، بلکہ ہر نشہ آور شے حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر شراب کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ نہیں کہا گیا کہ شراب حرام ہے تو زنا کے لئے بھی تو حرام کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اُس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ کیا زنا کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حرام نہیں ہے۔ اور ”لاتقربوا الزنا“ کی یہ تعبیر کی جا سکتی ہے کہ اِس سے مراد محض یہ ہے کہ جہاں زنا ہو رہا ہو وہاں سے ذرا بچ کے نکل جاؤ، پاس نہ جانا (العیاذ باللہ)۔ یاد رکھئے! شریعت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ جس چیز سے روکتی ہے دور دور تک اُس کے آگے بند باندھ دیتی ہے۔ مثلاً سور کا گوشت (لحم الخنزیر) کھانا حرام ہے۔ اُس کے ساتھ ساتھ سور کے بال اور کھال کے استعمال کی بھی ممانعت ہے۔ سنت کے ذریعے اِس سے بھی روکا گیا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے دو دانشوروں کی مثالیں رکھ دی ہیں، جو من مانی تعبیرات کے ذریعے دین کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں ”Highest Intellectual level“ پر ہو رہی ہیں اور ہو بھی ٹی وی پر رہی ہیں، جو سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ ابلاغ ہے۔ تو یہ کہاں کی سکیم ہے، کہاں کا نقشہ ہے، کہاں کا پلان ہے، کہاں کی ہدایات ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی پشت پر دجالیت ہے۔

حضرات! دجالیت کا فتنہ زوروں پر ہے۔ اور اسلام اجنبیت کا شکار ہے۔ اِس فتنے کے دور میں ہمارے لیے مضبوط حصار اللہ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ سنت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ہم سنت کا مجسم نمونہ بن جائیں۔ اِس طرح سنت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہم اپنا ایمان بھی بچا سکیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بدء الاسلام غریباً وسیعود کمابدء فطوبی لِلغرباء))

”اسلام اپنے دورِ آغاز میں بھی اجنبی سا تھا اور ایک وقت آئے گا کہ پھر اجنبی ہو جائے گا۔ ایسے میں اجنبی ہو جانے والوں (یعنی وہ لوگ جو اسلام کی غربت کے دور میں اُس کے ساتھ چمٹے رہیں) کے لیے مبارک باد ہے۔“

آج اسلام کی اجنبیت کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ شریعت پر عمل کریں، شرعی پردہ نافذ کریں تو معاشرے میں نکو بن جائیں گے۔ آپ کی برادری آپ کا بائیکاٹ کر دے گی۔ آپ کی بچیوں کو رشتے نہیں ملیں گے۔ کون سا داماد یہ پسند کرے گا کہ وہ جب اپنے سسرال کے ہاں جائے تو بیٹھک میں بیٹھا رہے، گھر کے اندر نہ جائے۔ اُس کی بیوی کی بہنیں (جو اُس کی نامحرم ہیں) بھی اُس سے پردہ کریں۔ ہمارے ہاں مخلوط معاشرت ہے۔ محارم اور نامحرم کا لحاظ کئے بغیر 'Chating' گفتگوئیں اور ہنسی مذاق ہماری تہذیب کا حصہ بن چکا ہے۔ اور یہ صرف ایلیٹ کلاس ہی کی بات نہیں، بلکہ ہماری مڈل کلاس کا بھی کم و بیش یہی معاملہ ہے۔ جو شخص بھی آج پورے طور پر شریعت پر عمل پیرا ہوتا ہے اُسے دقیانوسی اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ اُس پر پھبتیاں چست کی جاتی ہیں۔ لیکن ایسے ہی لوگوں کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ”فطوبی للغرباء“ کی خوشخبری سنائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دجالیت کے اِس دور میں ہمیں دین متین کی حفاظت کا جذبہ اور اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب لوگ دین کے علمبردار بنیں، اُسے پھیلائیں، اُسے عام کریں۔ ہم دین اسلام، اسلامی تہذیب اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہونے والی سازشوں کا قلع قمع کریں۔ نوائے وقت کی انتظامیہ نے آج جو پروگرام منعقد کیا ہے، یہ بھی دراصل طاغوت اور دجالیت کے خلاف اُن کے جہاد کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور مزید عزم اور حوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین!)

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

فضائے بدر پیدا کر......

بنت زاہد

اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کا سلسلہ جاری ہے۔ Countdown چل رہا ہے۔ سترھواں دن' اٹھارواں دن' تیسرا ہفتہ...... میرے خدا اتنی بے حسی' معصوم' بے گناہ لوگ تباہ و برباد ہو رہے ہیں اور ساری دنیا سکون سے اپنے گھروں میں بیٹھی تماشا دیکھ رہی ہے۔ کسی کے اندر اتنی ہمت نہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ان دہشت گردوں کے ہاتھ پکڑے اور ان سے نمٹے۔

دہشت گرد ہی تو ہیں وہ لوگ جنہوں نے نہتے لوگوں کو ان کے گھروں' ان کی سرزمین سے بے دخل کیا اور ان کے علاقے پر غاصبانہ قبضہ کر کے اسے اسرائیلی مملکت کا نام دے دیا۔ اور اب مزید علاقوں پر قبضہ کرنے اور اپنی سلطنت کو وسعت دینے کا منصوبہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ منصوبہ تو بہت پہلے کا تیار کردہ ہے' بس کسی موقع کی تلاش تھی تاکہ اپنے آپ کو حق بجانب اور مظلوم قرار دے کر اپنے ناپاک ارادوں کو پورا کیا جا سکے۔ آئے دن فلسطینیوں پر بمباری کرنا اور اب فلسطینی اتھارٹی کو دھمکانا اور اُس کے وزراء کا اغواء اس کے نزدیک جائز قدم تھا' مگر اپنے فوجیوں کا اغواء اور چند ایک کا قتل اس کے لیے بہانہ بن گیا۔ اور اپنے آپ کو خود ہی حق بجانب قرار دیتے ہوئے اس نے ایک آزاد ریاست پر بمباری کرنا شروع کر دی اور اسے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔

کیا 57 اسلامی ممالک میں سے کوئی ایک ملک' کوئی ایک حکمران ایسا نہیں جو ان دہشت گردوں سے نمٹ سکے؟ کیا کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ مظلوم کی مدد کر سکے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ سکے؟ اس مقدس سرزمین کی حفاظت کر سکے؟

شدید دکھ ہوتا ہے اپنی بے حسی دیکھ کر...... جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو سارا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے مگر ہم تو اتنے بے حس ہو گئے ہیں کہ لبنان میں بموں کی بارش کی جا رہی ہے اور ہم زندگی کے مزوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں' نت نئے پکوان' لباس' تفریح۔ ہمیں اس بات کی پرواہ ہی نہیں کہ وقت ہم سے کیا تقاضا کر رہا ہے؟ محض بیانات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ پورا خطہ اس کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔ گویا صرف اپنی ذات کی فکر ہے' دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ وہ بھی مسلمان ہیں' ہماری طرح کے انسان ہیں۔ ہمیں ان کی تکلیف محسوس کیوں نہیں ہوتی؟ مسلمانوں کے لیے دنیا کیوں مطمعٔ نظر بن گئی ہے؟ انہیں آخرت کی طلب کیوں نہیں؟ اللہ کے سامنے محاسبے کا ڈر اور دائمی جنتوں کی خواہش کیوں نہیں؟

امریکی صدر کی فون کال پر کہ اسرائیلی حملے کی مذمت نہیں کی جانی چاہیے' مسلمان ممالک کے سربراہان نے اس کے حکم کی مکمل تعمیل کی۔ تمام عالمی لیڈر بھی صرف وہ کرنا چاہ رہے ہیں جو اسرائیل چاہتا ہے بشمول مسلمان حکمرانوں کے۔ کیا انہوں نے اپنے اِلٰہ بدل دیئے ہیں؟ کیا انہوں نے اللہ کے حکم کو فراموش کر دیا ہے' کیا وہ صرف اپنے نفس کے بندے بن گئے ہیں؟ سورۂ یوسف آیت نمبر 40,39 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا اللہ جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے۔ جن کی بندگی کرتے ہو تم اللہ کو چھوڑ کر' وہ صرف چند نام ہیں جو رکھ لئے ہیں تم نے خود اور تمہارے باپ دادا نے' نہیں نازل فرمائی ہے اللہ نے ان کے بارے میں کوئی سند' نہیں ہے (کسی کی) حکومت سوائے اللہ کے' اس نے حکم دیا ہے کہ نہ بندگی کرو تم (کسی کی) سوائے اس کے' یہی ہے طریق زندگی سیدھا اور صحیح مگر اکثر انسان جانتے نہیں ہیں۔''

یہودیوں کے لیے تو غیر یہودی gentiles ہیں لہٰذا جہاں ان کا دل چاہتا ہے اس علاقے پر fire free zone سمجھ کر بمباری کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے ملٹری اور سویلین اہداف میں کوئی فرق ہی نہیں۔ گھروں پر' تہہ خانوں میں جہاں نہتے شہری پناہ گزین ہیں اور یہاں تک کہ ان کاروانوں پر بھی حملے کئے جاتے ہیں جو لبنانی حکومت کی ہدایت پر محفوظ ٹھکانوں کی طرف نقل مکانی کر رہے ہیں۔ کلسٹر بم اور لیزر گائیڈڈ میزائل بلکہ یہ بھی شبہ ہے کہ کیمیکل ہتھیار بھی معصوم شہریوں کے خلاف استعمال کئے جا رہے ہیں' کیا ہیومن رائٹس صرف اور صرف اسرائیلیوں کے لیے ہیں؟ یا صرف غیر مسلموں کے لیے ہیں۔ بمباری شروع ہونے کے چند دن کے اندر اندر برطانوی' امریکی اور فرانسیسی اور دیگر مغربی ممالک کے باشندوں کو evacnate کروا لیا گیا اور جو ان علاقوں کے رہائشی تھے' کیا ان کے کچھ حقوق نہیں۔ کیا وہ انسان نہیں؟ حزب اللہ کے نمائندے حسن ریاض نے غیر ملکی چینل کو بریفنگ دیتے ہوئے بجا طور کہا:

"Toady the victim become the terrorist, and the terrorist become the victim"

ان نام نہاد امن کے ٹھیکیداروں کی جگہ کوئی مسلمان ملک امن کا علمبردار کیوں نہیں بن جاتا۔ ہم سب کسی اقدام کے لیے اوروں کی طرف کیوں دیکھتے ہیں۔ خود کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتے۔ امریکہ کے نزدیک اسرائیل کا اقدام حق پر مبنی ہے کہ اسے اپنی حفاظت کا حق حاصل ہے اور برادرانہ جذبے اور ہر مصیبت میں اس کے ساتھ کھڑے ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے وہ اس وقت بھی اسرائیل کی ننگی جارحیت کی بھرپور حمایت کر رہا ہے' کہیں ویٹو پاور استعمال کر کے اور کہیں اسے ہتھیار فراہم کر کے۔ اسی نظریئے کے تحت ہر مسلمان ملک کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرے' مسلمان ایسا کیوں نہیں کرتے؟ کیا انہیں ڈر ہے کہ عالمی میڈیا' جسے یہودی کنٹرول کرتے ہیں' پر تہلکہ مچ جائے گا' دنیا اُن سے ناتے توڑ دے گی' اگر ایسا ہو بھی گیا تو کیا ہو جائے گا۔ دنیا کی مخالفت اپنی جگہ مگر جب وہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو دنیا اُن کے قدموں تلے ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اتنے وسائل دیئے ہیں کہ وہ کسی کے محتاج نہیں۔ جذبوں کو بیدار کرنے اور دلوں کی تنگی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اپنے ضمیر کو جگائیں اور حق کے غلبے کے لیے جدوجہد کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں تو اللہ کی مدد لازماً اُن کے شامل حال ہو گی۔ انہیں چاہیے کہ امریکہ اور اسرائیل کے حملوں سے ڈرنے کے بجائے اللہ کے عذاب سے ڈریں جو کہیں بھی' کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔

''کیا تم بے خوف ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ وہ دھنسا دے تمہیں زمین میں اور اچانک وہ لرزنے لگے۔ یا تم بے خوف ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ بھیج دے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا۔ سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسی تھی میری تنبیہ!'' (سورۃ الملک: 16-17)

اے میرے مسلمان بھائیو! اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ ہر وہ چیز جو زمین پر ہے' فنا ہو جانے والی ہے۔ اپنے رب کے احکامات کو بجا لاؤ۔ حق کو حق کہنے کا حوصلہ پیدا کرو' ظالم کے آگے ڈٹ جاؤ۔ دشمن بہت کم ہمت ہے۔ اس میں مرنے کا حوصلہ نہیں بلکہ بہت زیادہ زندگی جینے کی آرزو ہے' اللہ پر توکل کرو۔ جس طرح وہ چند لوگ حزب اللہ کے جوان اپنے سے کئی گناہ برتر اور مسلح فوج کے سامنے ڈٹ گئے ہیں' اپنے اندر وہی جذبہ پیدا کرو۔

بقول اقبال۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نُصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اور اپنی مسلمان بہنوں سے میری التجا ہے کہ وہ بھی خود کو بے بس نہ سمجھیں۔ یہ نہ سوچیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کم از کم ان کے لیے دعائیں تو کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے مجاہد بھائیوں کے لیے ہماری طرف سے بہت بڑا تحفہ اور بہت بڑی مدد ہو گی کہ ہم ان کی کامیابی' کامرانی اور ثابت قدمی کی دعا کریں' دشمن کے نیست و نابود ہو جانے کی دعا کریں' دشمن کے ہر حملے سے مجاہدین کے حوصلے پست ہونے کے بجائے بلند ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

☆ اسرائیلی بربریت پر مسلمان حکمرانوں کی بے حسی شرمناک ہے۔ **ایوب بیگ مرزا**

☆ امت کی پستی کا علاج یہ ہے کہ مسلمان یونائیٹڈ سٹیٹس آف خلافہ قائم کریں۔ **تجمل میر**

☆ مسلم ممالک گریٹر اسرائیل کا قیام روکنے کے لیے متحد ہو جائیں۔ **ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**

☆ اسرائیل مسلمانوں کو ہلاک کر کے بدترین جنگی جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ **حافظ عاکف سعید**

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام لبنان پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کی روداد

تنظیم اسلامی لاہور کے رفقاء نے لبنان پر اسرائیلی جارحیت کے خلاف اور مظلوم بھائیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے 7 اگست بعد نماز عصر پریس کلب لاہور کے باہر پُرامن احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرہ کی قیادت امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید صاحب نے کی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کے مرکزی قائدین اظہر بختیار خلجی، ایوب بیگ مرزا، محمد اشرف وصی، ڈاکٹر غلام مرتضیٰ بھی سینکڑوں رفقاء تنظیم اسلامی کے ہمراہ پریس کلب کے باہر موجود تھے۔

امیر تنظیم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل معصوم شہریوں کو ہلاک کر کے جنگی جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے' اور وہ یہ سب کچھ امریکہ کی شہہ پر کر رہا ہے۔ اسلامی ممالک کے حکمران عالم پناہ امریکہ کی ناراضی سے بچنے کے لیے اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کی خاطر مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم مسلمان اس لیے کمزور ہیں کہ ہم نے دین سے بے وفائی کی روش اختیار کی ہے اور اللہ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ہم اپنے ملک میں صحیح معنوں میں اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اللہ کی مدد کے ذریعے اسرائیل اور امریکہ کو منہ توڑ جواب دے سکیں گے اور ظلم کا ہاتھ ہمیشہ کے لیے روکنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔

مرکزی ناظم نشر و اشاعت ایوب بیگ مرزا نے کہا کہ لبنان پر اسرائیل کی جارحیت کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے' مگر ہم سب سے زیادہ احتجاج ہم مسلم ممالک کے حکمرانوں کی نااتفاقی اور بے حسی پر کرتے ہیں' اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ امت مسلمہ جسد واحد کے مانند ہے۔ اگر اس کے ایک حصہ میں درد ہو تو پورا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ موجودہ مسلم ممالک کے حکمرانوں کا حال یہ ہے کہ جسد سنگ و خشت کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی طرف سے سلامتی کونسل میں پیش کردہ قرارداد مسلمانوں کے لیے انتہائی توہین آمیز ہے۔ اور قرارداد کے حوالے سے عرب ممالک کا رویہ تو اور بھی شرمناک ہے' کیونکہ وہ یہ قرارداد منظور کرنے کے لیے لبنان پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کہا کہ مسلم ممالک گریٹر اسرائیل کے قیام کو روکنے کے لیے متحد ہو جائیں۔ اسرائیل لبنان میں پراکسی وار لڑ رہا ہے۔ امریکی صدر بش اور اسرائیلی وزیراعظم ایہود اولمرٹ جنگی مجرم ہیں۔ ان کے خلاف عالمی عدالت انصاف میں مقدمہ چلنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم حکمران ذاتی مفادات کی خاطر جرأت، غیرت اور حمیت سے عاری ہو چکے ہیں۔ مسلمان عوام کا فرض ہے کہ وہ عالمی امن کے ٹھیکیداروں کے دوہرے معیارات دنیا کو دکھانے کے لیے میدان عمل میں

رپورٹ: وسیم احمد

نکلیں' وہ اسلامی نظام کے غلبے کی جدوجہد کریں' کیونکہ جب تک ہم کسی ایک ملک میں صحیح اسلامی نظام قائم نہیں کرتے' بدی کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہر اسلامی ملک سب سے پہلے اپنا ہی دفاع کرتا نظر آیا تو باری باری ہر ایک کا خاتمہ لازمی ہے اور ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ایک دن ہم بھی عالمی دہشت گردوں کا نشانہ بن جائیں گے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ امن فوج کے نام سے اقوام متحدہ کی چھتری تلے پاکستانی فوج کو نہ بھیجے' اس لیے کہ اس طرح ایک طرف تو اسرائیل کی سرحدوں کی حفاظت ہو گی اور دوسرا اس کو حزب اللہ کے مدمقابل کھڑا کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا اور آخرت کی ناکامی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنی زندگی سے ان تمام باتوں کو فوراً خارج کر دیں جو اللہ کی ناراضی اور غضب کی موجب ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی قرۃ العین نے کہا کہ اسرائیل کا وجود سرطان کی مانند بڑھتا چلا جا رہا ہے جس کا واحد علاج جہاد ہے۔ افغانستان اور عراق کے بعد اسلام دشمن قوتیں لبنان پر بھی آگ اور بارود برسا رہی ہیں اور ہم مسلمان جو جسد واحد تھے بے حسی کے باعث فالج زدہ ہو گئے ہیں۔ او آئی سی نے بھی جنگ بند کرانے کی اپیل اس ظالم طاقت سے کی ہے جو خود اسرائیل کی سرپرستی کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے اور روشن خیالی کا فلسفہ سمجھانے والے ہمارے حکمرانوں کو امریکہ اور اسرائیل کی خونخواری نظر نہیں آتی۔

رفیق تنظیم اسلامی تجمل حسن میر نے کہا کہ یہودی سازش کے تحت خلافت راشدہ کے آخری دور میں امت مسلمہ میں وہ تفرقہ پڑا کہ امت آج تک دوبارہ متحد نہ ہو سکی۔ زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے والے ممالک امریکہ اور اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے لیے تمام مسلمان ممالک کو United states of khilafah کی صورت میں متحد ہونا پڑے گا' جس کی سعادت ان شاء اللہ ایٹمی قوت رکھنے والے واحد مسلمان ملک پاکستان کو حاصل ہو گی۔

اس موقع پر رفقاء تنظیم نے بینرز، پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر درج ذیل نعرے لکھے ہوئے تھے۔

- امریکہ اور اسرائیل کو اقوام متحدہ سے خارج کیا جائے
- سیکورٹی کونسل یا سیکورٹی کینسل
- پاکستان اور لبنان۔ دو قالب یکجان
- اسرائیل کا وجود انسانیت کے لئے کینسر ہے
- عالمی عدالت میں اسرائیل پر جنگی جرائم کا مقدمہ دائر کیا جائے
- کیا لبنان کے بچے دہشت گرد ہیں؟
- تہذیب نو کا عجب فلسفہ حیات ہے۔ جانوروں کا تحفظ، انسانوں کا قتل عام ہے
- اسرائیل لبنان میں انسانیت کی چتا کو نذر آتش کر رہا ہے
- عالم کفر جسد واحد کی مانند اور عالم اسلام جسد سنگ و خشت ہے

آزادی یا غلامی

شیخ عمر فاروق

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور (حقیقت میں) مہاجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔(متفق علیہ)

لغت میں ہجرت کا مفہوم ترکِ وطن' نقل مکانی اور ایک ملک سے دوسرے ملک کو جانے اور وہاں آباد ہونے کے ہیں' مگر شریعت اسلامیہ نے اس مفہوم میں وسعت اور پاکیزگی پیدا کی ہے' اس کے نزدیک ہجرت محض نقل مکانی کا نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ وطن چھوڑنے میں رضائے الٰہی ہو اور نئی جگہ پہنچ کر اپنے آپ کو اسلامی حدود و قیود کا پابند بنایا جائے۔ گویا مسلمان ایک جگہ سے دوسری جگہ اس لیے ہجرت کرتا ہے کہ وہاں دین پر چلنا آسان ہو جائے اور ان مشکلات اور رکاوٹوں سے چھٹکارا مل جائے جو اقامتِ دین میں حائل ہو رہی تھیں۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مکہ مکرمہ سے ہجرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے' مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے والوں کو طرح طرح سے ایذائیں دی گئیں' انہیں بری طرح ستایا گیا اور پریشان کیا گیا' مارا اور پیٹا گیا' زدوکوب کیا گیا' بیڑیاں پہنا کر قید کیا گیا' تپتی ریت پر برہنہ بدن گھسیٹا گیا' معاشرتی مقاطعہ کیا گیا کہ نہتے اور بے بس ایمان کے متوالے مکہ سے باہر شعب ابی طالب میں کھلے آسمان کے نیچے پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس حال میں کہ کفار نے شہر سے ان کے لئے آب ودانہ کی رسد تک روک دی' دن دو دن کے لئے نہیں' ہفتوں اور مہینوں کے لیے نہیں۔ مسلسل اور لگاتار' تپتے ہوئے سنگریزوں پر' اور جلتے ہوئے پتھروں پر تین برس اسی کیفیت میں گزر گئے اور مسلمانوں نے یہ طویل وقت ناقابل بیان دکھوں اور پریشانیوں میں انتہائی استقامت اور صبر و ایمان سے گزارا۔

پھر ایسا بھی ہوا کہ کفار کے ظلم و ستم اور ایذا رسانیوں سے پریشان ہو کر بعض مسلمانوں نے کچھ عرصہ کے لیے ملک حبشہ ہجرت کی' مگر قریش مکہ نے وہاں بھی پیچھا کیا اور وہاں کے بادشاہ نجاشی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور اکسایا۔ یہ تو اللہ کا کرم ہوا کہ اس نیک دل اور سمجھدار بادشاہ نے قریش کے وفد کی بے سروپا باتوں پر توجہ نہ دی اور مسلمانوں کا ہر طرح سے دفاع کیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ کے دل ایمان کے لیے کشادہ کر دیئے اور مسلمانوں کو حکم ہوا کہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جائیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ پہنچے اور اسے مرکز اسلام بنا کر زندگی کا ہر شعبہ اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق ڈھالا گیا۔ تجارت' سیاست' عدالت' معاشرت اور معیشت ایسے تمام شعبہ جات اسلام

آج جبکہ ہم جشن آزادی منا رہے ہیں' غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ہم نے جس مقصد اور مشن کے حصول کی خاطر اتنی بڑی قربانیاں دی تھیں وہ حاصل کر لیا ہے؟ کیا ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھل گئے ہیں؟

کے ابدی اور لازوال اصولوں کے مطابق کام کرنے لگے۔

مسجد نبویؐ میں مسلمان نہ صرف نماز کے لئے جمع ہوتے بلکہ یہاں پر ان کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی۔ ان کے معاملات و تنازعات کے فیصلے بھی ہوتے اور انہیں یہاں غزوات و جہاد کے لیے تیار بھی کیا جاتا۔ گویا مسجد صرف سجدہ گاہ ہی نہیں تھی بلکہ مکتب و مدرسہ' تربیت کا مرکز' عدالت نیز سیاسی اور فوجی امور کے فیصلہ جات کے لیے بہترین جگہ تھی اور یہاں سے صاحبان ایمان و فراست اور علم و دانش کی ایسی جماعت تیار ہوئی جنہوں نے چاردانگ عالم میں نیکی اور راستی کے جھنڈے گاڑے' عدل و انصاف کے پرچم لہرائے' حق و انصاف کا بول بالا کیا اور امن و سلامتی کی فضا قائم کی گویا کہ وہ قرآن حکیم کی اس آیہ مبارکہ کی تصویر بن گئے:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾
(الحج)

''وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز کا نظام قائم کریں اور زکوٰۃ کے نظام کو بحال کریں' نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور تمام امور کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔''

قیام پاکستان سے قبل ہم بھی انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی میں تھے۔ ہماری معاشرت اور معیشت بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ سیاست پر انگریزوں کا قبضہ تھا تو تجارت پر ہندو چھائے ہوئے تھے' یہاں تک کہ سرکاری ملازمتوں میں بھی مسلمانوں کے لیے نہایت معمولی سا کوٹہ رکھا گیا تھا۔ ہماری دلی آرزو اور تمنا تھی کہ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں' تاکہ ہم اسلام کے عادلانہ نظام کی بہاریں دیکھ سکیں۔ زندگی میں ہر شخص کو پھلنے پھولنے کے مواقع میسر ہوں۔ کوئی غریب سے غریب بھی تعلیم' علاج معالجے' روزگار' روٹی' کپڑے' مکان ایسی بنیادی سہولتوں سے محروم نہ رہے۔ سب کے ساتھ یکساں انصاف ہو اور ہر شخص عزت و آبرو کی زندگی گزار سکے۔

اغیار کی ظالمانہ اور منافقانہ پالیسیوں کو ہم نے محسوس کیا اور آزادی کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ اللہ نے ہماری کوششوں کو بارآور کیا اور ہم آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوئے حصولِ آزادی کے لیے بے پناہ جانی و مالی قربانیاں دینی پڑیں۔ مہاجرین کو ترکِ وطن کے لیے ان گنت دکھوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ خونچکاں داستان اس قدر دردناک اور دلسوز ہے کہ جسے آج بھی پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں افراد کو انتہائی بے دردی اور سفاکی سے شہید کر دیا گیا۔ ان میں بچے' بوڑھے' خواتین اور نوجوان سب شامل ہیں۔ ہزاروں خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور وہ اپنے عزیز و اقارب سے بچھڑ گئیں۔ ان گنت تعداد میں عورتیں بیوہ ہو گئیں' اور ان کے بچے یتیم ہو گئے۔ خاندان اُجڑ گئے۔ یہ تمام قربانیاں اس لیے دی گئیں کہ الگ تھلگ وطن میں آزادی کی فضا میں نظام حق کو جاری وساری کر سکیں۔

آج جبکہ ہم جشن آزادی منا رہے ہیں' غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ہم نے جس مقصد اور مشن کے حصول کی خاطر اتنی بڑی قربانیاں دی تھیں وہ حاصل کر لیا ہے؟ کیا ہماری زندگی کے تمام شعبہ جات اسلامی اصولوں کے مطابق

ڈھل گئے ہیں؟ کیا ہم اسلام کے عادلانہ نظام کو رائج کر سکے ہیں؟ کیا ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے اصولوں کے مطابق بسر ہو رہی ہیں؟

پہلے ہم انگریز کی غلامی میں تھے' ان سے شکوہ و شکایت کیا کرتے' تاہم کچھ نہ کچھ اصولوں کی پابندی تھی۔ آزادی ملنے کے بعد' ہم "صاب" (صاحب) کی غلامی میں آ گئے ہیں' آپ کسی دفتر اور کسی متعلقہ آفسر سے ملنے کے لیے جاتے ہیں' یا تو آفیسر صاحب ابھی آئے نہیں ہوتے' خوش قسمتی سے تشریف لا چکے ہوں تو دفتر کا عملہ کہتا ہے "صاحب میٹنگ میں ہیں۔" ذرا ٹھنڈے دل سے بتلائیے کہ آزاد لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے۔

حصولِ آزادی کا یقیناً صرف اور صرف یہی مقصد تھا کہ ہم یہاں شریعت اور دین کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ ہر شخص عزت و آبرو سے گزر بسر کرے گا۔ اطمینان اور سکھ کا سانس لے گا' مگر انصاف کی بات کیجیے کہ گزشتہ اُنسٹھ برس میں کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟ مجھے شاعر کے ساتھ آنسو بہانے پڑتے ہیں۔۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

کسی بھی ریاست کے قیام و بقا کے لیے عدل و انصاف' بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ حکومت کی مثال کھیت کے گرداگرد باڑ کی سی ہوتی ہے' جو اس کی حفاظت کرتی ہے' ایسے ہی حکومت لوگوں کے جان و مال کی نگران ہوتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کر پائے تو اس کا وجود بے معنی اور بے مقصد ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے کئی مقامات پر عدل کی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ﴾ (المائدہ:8)

"(ہمیشہ) عدل کیا کرو' کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔"

ذرا بتلائیے کہ یہاں ہر پاکستانی کو انصاف ملا ہے؟ کتنے علماء وفضلاء اور بے گناہ شہریوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا مگر قاتلوں کا سراغ تک نہ ملا۔ کتنے راہ چلتے مسافر چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹ گئے' وہ اپنے مال کو واپس نہ پا سکے' کتنے مظلوموں کے مقدمات فیصلہ طلب ہیں مگر وہ سالہا سال لٹکتے جا رہے ہیں' حالانکہ مسلم کی شان تو یہ ہے کہ۔

دم تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک
عدل اس کا تھا قوی' لوثِ مراعات سے پاک

باشعور قومیں نسل نو کی صحیح خطوط پر آبیاری کرتی ہیں' ان کی تعلیم' اخلاق' صحت' علاج معالجے پر بھرپور توجہ دیتی ہیں اور انہیں پوری طرح امور زندگی سے آراستہ کرتی ہیں۔ چنانچہ اُس کے افراد اقبال کے اس شعر کا مصداق بنتے ہیں۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے' بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

مگر افسوس کہ کسی بھی دورِ حکومت میں اس طرف توجہ نہ دی گئی اور ہمارے بہت سے شاہین بچے جنہوں نے ملک وملت کی ترقی اور اسلام کے غلبے کے لئے کوشاں ہونا تھا' لہو ولعب میں ضائع ہو گئے اور ہو رہے ہیں' انہیں اچھے اور معیاری تعلیمی ادارے' مضبوط نصاب تعلیم' پاکیزہ لٹریچر اور صحت مند ذرائع نشر و ابلاغ مہیا نہیں کئے گئے۔ اس لیے وہ بھٹکتے نظر آ رہے ہیں۔ کتنے نوجوان ہیں جو تعلیم سے فارغ ہو کر مارے مارے پھر رہے ہیں اور انہیں ملازمتیں نہیں ملتی ہیں۔

ہر سال ہندوؤں کے تہوار بسنت کا زور شور ہوتا ہے اور کئی روز پہلے ہی پتنگ بازی ہو رہی ہوتی ہے۔ دن میں متعدد بار بجلی فیل ہوتی ہے' جس سے لوگوں کے کام کاج میں حرج ہوتا ہے۔ اربوں روپے کے نقصان کے علاوہ کئی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں' راہ چلتے معصوم بچوں کے گلے تیز ڈور پھر جانے سے کٹ جاتے ہیں اور وہ اپنے والدین کے سامنے تڑپ تڑپ کر جان کھو دیتے ہیں' اور حکومت خاموش تماشائی بن کر اسے جشن بہاراں کا نام دے دیتی ہے۔ ادھر آئے روز خبریں آتی ہیں کہ فلاں گھر میں بے روزگار باپ نے اپنے بچوں کو غربت اور سسکتی حالت میں ہلاک کر دیا' کیا حکومت کی ذمہ داری نہ تھی کہ ایسے لوگوں کو روزگار مہیا کرتی اور قومی دولت کو اللے تللوں میں اڑانے کی بجائے مستحق لوگوں پر خرچ کرتی' اس طرح دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوتی۔

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

مسلمانو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنا تمہارا فریضہ ہے۔ اس کے لیے تمہارا اتفاق و اتحاد ضروری ہے' رب کریم کی کتاب مبین میں تمہیں یہی سبق دیا گیا ہے۔

﴿اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡهِ ؕ......﴾
(الشوریٰ:13)

"دین کو قائم رکھو (اور دیکھنا) اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔"

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی' سمن آباد لاہور کے رفیق ملک مُرید حسین کی نانی صاحبہ انتقال فرما گئی ہیں۔ قارئین اور رفقاء سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ دینی مزاج کے حامل اپنے بیٹے' تعلیم انڈر انٹرمیڈیٹ' عمر 27 سال' گلبرگ لاہور میں ذاتی کاروبار' کے لیے نیک اور شریف خاندان سے گھریلو اور دینی مزاج کی حامل خوبصورت و سیرت گریجوایٹ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

☆ ہمیں اپنی بیٹی عمر 25 سال' تعلیم ایم اے اکنامکس' وفاق المدارس کے سال اوّل میں زیرِ تعلیم' دینی مزاج کی حامل' اسلامی سکول میں بطور ٹیچر' کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے تعلیم یافتہ برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذاتی کاروبار کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ صرف خواہش مند والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0300-4278645 042-5854525

☆☆☆

☆ کراچی میں مقیم' میو راجپوت برادری سے تعلق رکھنے والے حافظِ قرآن' ایرونائیکل انجینئر' عمر 27 سال کے لیے دینی گھرانے کی نیک سیرت وصورت' دراز قد لیڈی ڈاکٹر (فریش) کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ بواسطہ: امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب

فون: 6366638 (042)5869501-3

☆☆☆

☆ حیدرآباد سندھ میں مقیم صوم وصلوٰۃ کی پابند' عمر 33 سال' امورِ خانہ اور سلائی کڑھائی میں خصوصی مہارت رکھنے والی لڑکی کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: محمد رفیق شیخ

مکان نمبر C-16/19 میر رحمانی چاند گلی نزد سرور قمی لائن حیدرآباد سندھ

☆☆☆

☆ لاہور کی رہائشی صوم وصلوٰۃ کی پابند' دینی تحریکی مزاج کی حامل' مطلقہ' مع ایک بچہ' عمر چونتیس سال کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0301-4576107

دعائے صحت کی اپیل

☆ اسرہ اورنگی ٹاؤن حلقہ سندھ زیریں کے رفیق محمد عظیم قریشی کے والد صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے' جس کی وجہ سے ان کی طبیعت ناساز ہے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے' اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین!

رسول کریم ﷺ کی بشارت

سلطان نورالدین زنگی نے بانیاس فتح کرنے کے بعد چند روز تک وہاں قیام کیا' اور جس قدر عیسائیوں کو قیدی بنایا گیا تھا' اُن سب کو شیرکوہ کی حفاظت میں سلطان نے دمشق کی طرف روانہ کیا۔ شیرکوہ اِن قیدیوں کے ساتھ ابھی راستے ہی میں تھا کہ عیسائیوں کا ایک لشکر اُس پر حملہ آور ہو گیا۔ یہ لوگ اپنے قیدیوں کو چھڑانا چاہتے تھے۔

شیرکوہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا چچا تھا' اپنی جواں مردی اور شجاعت میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ اُس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ قیدیوں کی حفاظت پر مامور کیا اور دوسرے حصے کے ساتھ حملہ آور ہو کر عیسائیوں کے سامنے ڈٹ گیا۔ چار گھنٹے مسلسل شیرکوہ نے اپنے چھوٹے دستوں کی معیت میں جنگ کی اور دشمن کو شکست دے کر اُن کا قتل عام کیا اور اُن کے مزید ڈیڑھ سو قیدیوں کو گرفتار کر کے وہ دمشق چلا گیا۔

چند روز بعد سلطان نورالدین زنگی نے بھی بانیاس سے حلب کا رُخ کیا' لیکن اِس دوران میں سلطان بیمار ہو گیا۔ بیماری نے اس قدر شدت اختیار کی کہ سلطان کے بچنے کی اُمید نہ رہی تو سلطان نے حکم دیا کہ اُسے حلب شہر کے قلعے میں منتقل کر دیا جائے۔ کاروبارِ سلطنت چلانے کے لیے اُس نے اپنے بھائی نصرت الدین زنگی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور شیرکوہ کو اُس کا نائب مقرر کرنے کے بعد ہدایت کی کہ وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دمشق میں قیام کرے اس لیے کہ اُس کی بیماری کا سُن کر صلیبی فوج اُس کی سلطنت پر حملہ کر سکتی ہے۔

ہوا بھی یہی۔ جب صلیبیوں کو سلطان کی شدید علالت کا علم ہوا تو انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ یروشلم کا بادشاہ بالڈون بھی حرکت میں آیا۔ آگے بڑھ کر انہوں نے قیساریہ شہر کا محاصرہ کیا۔ قیساریہ کے والی نے بڑی بہادری سے اُن کا مقابلہ کیا۔ اُس نے پندرہ دن تک حملہ آور صلیبیوں کو شہر کی فصیل کے قریب پھٹکنے نہ دیا۔ دریں اثنا شیرکوہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ اہلِ قیساریہ کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔ اُس نے باہر کی طرف سے صلیبیوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ محاصرہ چھوڑ کر انطاکیہ کی طرف فرار ہو گئے۔ اور کچھ لشکر یروشلم کی طرف چلا گیا۔

سلطان کی بیماری کے دوران فرانسیسی صلیبیوں نے شہر شیزر پر حملہ کر دیا۔ شیزر کی فصیل گزشتہ حملوں اور زلزلوں کے باعث منہدم ہو چکی تھی' اس لیے انہیں کامیابی کا پورا یقین تھا' لیکن فرانسیسی لشکر کی بدقسمتی کہ انہیں بھی زبردست شکست ہوئی اور وہ بھی تتر بتر ہو گئے۔ سلطان بھی تندرست ہو گیا تھا' لہٰذا وہ اور شیرکوہ شیزر پہنچے۔ انہوں نے نئی فصیل تعمیر کرائی۔ ابھی وہ اس کام سے پوری طرح فارغ نہ ہوئے تھے کہ انہیں حارم کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

حارم پر دوبارہ حملہ

شہر حارم سلطنت انطاکیہ میں شامل تھا' اور گزشتہ دنوں جب سلطان نورالدین زنگی اس شہر پر حملہ آور ہوا تھا تو یہ شرائط طے ہوئی تھیں کہ حارم کے ایک مخصوص علاقے کی آمدنی خراج کے طور پر سلطان نورالدین کو ہر سال ادا کی جائے گی' لیکن اب نصرانیوں نے سلطان کو حارم کی طرف سے خراج کی یہ رقم دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اُلٹا قرب و جوار کے مسلم علاقوں پر انہوں نے چھاپے مار کر غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ اُن کی یہ خبر سلطان نورالدین تک پہنچی تو سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اور مقدمۃ الجیش کے طور پر شیرکوہ کو اپنے آگے آگے روانہ کیا۔ اس بار شیرکوہ کا بھائی نجم الدین ایوب اور اُس کا فرزند صلاح الدین ایوبی بھی شامل تھے۔

> نورالدین زنگی نے خواب میں دیکھا کہ آنحضور ﷺ تشریف لائے۔ نبی اکرم ﷺ نے نورالدین کو مخاطب کر کے اُن دو آدمیوں کی طرف اشارہ کیا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور فرمایا: ''نورالدین' یہ دو آدمی مجھے ستا رہے ہیں' اُٹھ اور اِن کا شر دُور کر۔''

صلیبیوں پر ضرب لگانے کے لیے چونکہ اسد الدین شیرکوہ' نجم الدین ایوب اور صلاح الدین ایوبی' سلطان نورالدین زنگی سے پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے' لہٰذا انہوں نے سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی صلیبیوں پر ایسی بہادری اور جرأت مندی سے حملے کیے کہ انہیں بُری طرح شکست ہوئی اور اطاعت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

سلطان کو جب خبر ہوئی کہ اُس کی آمد سے پہلے ہی حارم کا معاملہ شیرکوہ نے نمٹا لیا ہے تو وہ حارم جانے کی بجائے دمشق کی طرف چلا گیا۔ دریں اثنا شیرکوہ' اُس کے بھائی نجم الدین اور صلاح الدین ایوبی نے صیدا شہر کا رُخ کیا' کیونکہ صلیبی بار بار اِس مسلم شہر پر حملے کر کے شہریوں کو تنگ کرتے تھے۔ انہوں نے صلیبیوں کو ٹھکانے لگایا اور بہت سوں کو قیدی بنایا۔ دمشق میں سلطان کو جب فتح کی خبر پہنچی تو وہ سجدۂ شکر بجا لایا اور جب وہ تینوں فاتح دمشق پہنچے تو سلطان نے دمشق سے باہر نکل کر اُن کا شاندار استقبال کیا۔ جو جنگی قیدی شیرکوہ اپنے ساتھ لایا تھا' جب اُن کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ قیدیوں میں حارم شہر کے عیسائی حاکم کا بیٹا بھی شامل ہے۔

آنحضور ﷺ کی بشارت

جس سال سلطان نورالدین زنگی شہر حارم پر حملہ آور ہوا اور اہلِ حارم نے پچاس ہزار سونے کے دینار خراج دے کر سلطان سے جان چھڑائی' اُسی سال سلطان نے ایک رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ حضور ﷺ نے ان دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نورالدین سے فرمایا: ''یہ دو آدمی مجھے ستا رہے ہیں' اِن کا شر دُور کر۔''

سلطان نورالدین زنگی انتہائی نیک' متقی اور شب کو بیدار رہ کر عبادت کرنے والا شخص تھا۔ رات کا اکثر حصہ وہ عبادت اور نوافل پڑھنے میں گزارتا تھا۔ صرف کچھ دیر کے لیے بستر پر لیٹتا اور پھر اٹھتا۔ نمازِ تہجد کے لیے کھڑا ہوتا اور صبح تک نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتا۔ جس رات اُس نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا' اُس رات وہ دیر تک عبادت کرنے کے بعد بستر پر لیٹا تھا۔ جب اُس نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا تو وہ سخت پریشان اور فکرمند ہوا۔ بار بار استغفار پڑھتا تھا اور رو کر کہتا تھا: ''میرے آقا' میرے مولا کو میرے جیتے جی کوئی ستائے' یہ نہیں ہو سکتا۔ میری جان' میری اولاد سب میرے رسول ﷺ پر نثار ہے۔ اللہ اُس دن کے لیے نورالدین کو زندہ ہی نہ رکھے کہ حضور ﷺ نورالدین کو یاد فرمائیں اور وہ دمشق میں بیٹھا آرام کرتا رہے۔''

یہ نورالدین کی خوش قسمتی کہ دوسرے ہی دن پھر آنحضور ﷺ خواب میں تشریف لائے۔ پھر نورالدین کو مخاطب کر کے اُن دو آدمیوں کی طرف اشارہ کیا جو حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور فرمایا: ''نورالدین' یہ دو آدمی مجھے ستا رہے ہیں' اُٹھ اور اِن کا شر دُور کر۔''

تواریخ میں لکھا ہے کہ جب سلطان نے خواب میں اِس حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا تو اُس نے کثیر مال و زر صدقے میں دیا۔

تیسری شب سلطان نے پھر حضور ﷺ کو اُن دو آدمیوں کے ساتھ خواب میں دیکھا اور فرمایا: ''نورالدین' یہ دو آدمی مجھے ستا رہے ہیں' اُٹھ اور اِن کا شر دُور کر۔'' تب سلطان بہت رویا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ ضرور مدینہ منورہ میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی' کسی بھی حالت میں حضور ﷺ کی شکل مبارک اختیار کرنے پر قدرت نہیں رکھتی۔ لہٰذا نورالدین کو اس خواب کے سچا ہونے میں اب کوئی شبہ نہ رہا۔

سلطان نے تیسری مرتبہ بشارت سے بیدار ہوتے ہی اپنے چند مسلح دستوں کو ساتھ لیا۔ گھوڑوں پر خزانہ لادا اور برق رفتاری سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ تیز رفتار گھوڑ سوار عموماً دمشق سے مدینہ منورہ پچیس چھبیس

دنوں میں پہنچا کرتا تھا۔ لیکن یہ خواب دیکھ کر سلطان نورالدین زنگی ایسا پریشان اور مضطرب ہوا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سولھویں دن مدینہ منورہ میں جا پہنچا۔

اہل مدینہ سلطان کے اس طرح اچانک دمشق سے مدینہ پہنچنے پر سخت فکرمند ہوئے۔ وہ حیران بھی تھے' اس لیے کہ سلطان نے آتے ہی شہر کے دروازے بند کر دیئے اور فوراً شہر

سلطان نُورالدین زنگی پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ جذبات کی شدت میں روتا جاتا اور مدینے کی گلیوں میں گھومتا تھا اور کہتا جاتا تھا: ''زہے نصیب! اِس خدمت کے لیے حضور ﷺ نے مجھ جیسے غلام کا انتخاب کیا۔''

کے اندر منادی کرا دی کہ شہر کے سارے لوگ سلطان نورالدین زنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔

اہل مدینہ نے سلطان کی یہ دعوتِ عام بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ اس طرح مدینہ کے سارے لوگ دعوت کے دوران اُس کی نظروں کے سامنے سے گزر رہے' لیکن سلطان نورالدین حیران اور پریشان تھا کہ حضور ﷺ کے ساتھ جو دو آدمی اُسے خواب میں دکھائی دیئے تھے' وہ دعوت میں شریک ہونے والے لوگوں میں شامل نہ تھے۔

یہ صورت حال یقیناً سلطان کے لیے بڑی حیرت انگیز اور پریشان کن تھی۔ انہوں نے مدینہ کے سربرآوردہ شہریوں سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص تو نہیں رہ گیا جو دعوت میں شامل نہ ہو سکا۔ شہریوں نے بتایا کہ مدینہ سے تو کوئی ایسا شخص نہیں رہا' جس نے دعوت میں شرکت نہ کی ہو' تاہم دو مغربی زائر ایسے ہیں کہ یہاں ایک عرصے سے مقیم ہیں۔ وہ دعوت میں شامل نہیں ہوئے' اس لیے کہ وہ دونوں ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر عبادت سے اُن کے پاس کچھ وقت بچتا ہے تو وہ جنت البقیع میں جا کر لوگوں کو پانی پلاتے ہیں۔ وہ زیادہ تر لوگوں سے ملاقات نہیں کرتے۔

سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں عیسائیوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ دونوں سلطان کے سامنے آئے تو سلطان نے پہلی ہی نظر میں انہیں پہچان لیا۔ یہ دونوں وہی تھے جو خواب میں حضور ﷺ کے ساتھ نورالدین زنگی کو دکھائے گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر سلطان کے طیش کی کوئی حد نہ رہی۔ اس کے باوجود وہ تحقیق اور سند و ثبوت کے بغیر انہیں سزا بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ وہ بڑے زاہدانہ لباس میں تھے اور شکل و صورت سے بھی بڑے نیک' شریف اور پرہیزگار نظر آتے تھے۔

سلطان نے اُن سے پوچھا: ''تم دونوں کس کے ہاں رہتے ہو؟''

انہوں نے کہا: ''ہم نے روضۂ رسول ﷺ کے قریب ایک مکان کرائے پر لے رکھا ہے' اسی میں مقیم ہیں۔''

سلطان نے اُن دونوں کو وہیں اپنے مسلح جوانوں کی نگرانی میں چھوڑا اور خود شہر کے سرکردہ لوگوں کی معیت میں اُس مکان میں داخل ہوا' جو اُن دونوں نے روضۂ رسول ﷺ کے پاس کرائے پر لے رکھا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا اور اُس میں سامان بھی بہت مختصر تھا۔ اس کے علاوہ شہر کے لوگ بھی اُن کی شرافت اور حُسنِ کردار کی تعریف کر رہے تھے۔ کوئی چیز قابل اعتراض نظر نہ آتی تھی۔ اس کے باوجود سلطان نورالدین زنگی کا دل اُن کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔

سلطان نے مکان کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کیا۔ یکا یک سلطان کو وہاں بچھی ہوئی ایک چٹائی کے نیچے فرش پر کوئی چیز محسوس ہوئی۔ جب چٹائی ہٹا کر دیکھا تو وہاں ایک چوڑی سِل رکھی ہوئی تھی۔ جب سِل کو سرکایا گیا تو یہ انتہائی خوفناک انکشاف ہوا کہ وہ ایک سرنگ تھی جو روضۂ رسول ﷺ کی طرف جاتی تھی۔

اب سلطان کے قہر و جلال کی کوئی حد نہ تھی۔ اُس نے گرجتے ہوئے حکم دیا کہ دونوں ملعونوں کو پابہ زنجیر کر کے اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ وہ دونوں جب سلطان کے سامنے پیش کئے گئے تو سلطان نے اُن سے کہا: ''سچ سچ بتاؤ' تم لوگ کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے؟''

اُن میں سے ایک نے بڑی ڈھٹائی سے کہا: ''ہم نصرانی ہیں۔ ہمیں تمہارے رسول ﷺ کا جسد چرانے پر مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر ثواب کا کام اور کوئی نہیں ہو سکتا' لیکن افسوس کہ جب ہمارا کام بہت تھوڑا رہ گیا تھا' تم نے ہمیں گرفتار کر لیا۔''

اُن کی زبان سے یہ سن کر سلطان کا طیش اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ سلطان نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار بے نیام کی اور دونوں بدبختوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دیں۔ اس کے بعد اُس نے آگ کا الاؤ روشن کیا اور اُن دونوں کی لاشیں بھڑکتی ہوئی آگ کے اندر ڈلوا دیں۔

تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ فریضہ انجام دینے کے بعد سلطان نُورالدین زنگی پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ جذبات کی شدت میں روتا جاتا اور مدینے کی گلیوں میں گھومتا تھا اور کہتا جاتا تھا: ''زہے نصیب! اِس خدمت کے لیے حضور ﷺ نے مجھ جیسے غلام کا انتخاب کیا۔''

جب سلطان کو قدرے سکون ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ روضۂ رسول ﷺ کے اردگرد ایک گہری خندق کھودی جائے اور اُسے پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیا جائے۔

سلطان کے حکم کی تعمیل میں روضۂ رسول ﷺ کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ اس کے بعد اُس میں سیسہ بھر دیا گیا' تاکہ آنے والے دور میں کوئی دوسرا اس قسم کی غلیظ حرکت نہ کرے۔ سیسے کی یہ دیوار آج بھی روضۂ رسول ﷺ کے اردگرد موجود ہے۔ (جاری ہے)

☆ پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے تناظر میں لکھی گئی فکر انگیز تحریریں

بصائر (منتخب اخباری کالموں کا مجموعہ)

از: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

❁ سفید کاغذ ❁ عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل ❁ صفحات: 130 ❁ قیمت: 65 روپے

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امان کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

آتش بازی

مظہر اقبال

راولپنڈی شہر کی کم وبیش تمام چھوٹی بڑی سڑکوں پر آتش باز سیاستدانوں کی قد آدم تصاویر پر مبنی بورڈ لگے ہوئے ہیں اور لاکھوں میٹر کپڑے کے بینرز لگا کر عوام کو باخبر رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے کہ تیرہ اور چودہ اگست کی درمیانی رات بارہ بج کر ایک منٹ پر فلاں فلاں جگہ سے آسمان کی طرف آگ کے گولے اُچھالے جائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ تاریخ کی کتابوں میں اس دن کو برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کا دن لکھا گیا ہے۔

ہندو مذہب کے ماننے والوں کے ہاں خوشی کا اظہار کرنے کے لیے آتش بازی کا رواج ہے۔ چودہ اگست کو ہم نے انگریزوں کے ساتھ ساتھ بظاہر ہندوؤں سے بھی آزادی حاصل کر لی لیکن شب برأت کو پٹاخے اور یوم آزادی کو آتش بازی کے ذریعے ہم عملاً یہ ثابت کرتے ہیں کہ اپنی ثقافت کے ذریعے ہندو آج بھی ہم پر قابض ہے ورنہ مسلمانوں کے ہاں خوشی منانے کے لیے آتش بازی کی مثال کہیں نہیں ملتی اور اگر ''روشن خیالی'' اسی کا نام ہے کہ خوشی کا اظہار کرنے کے لیے آگ کے گولے برسائے جائیں تو پھر وزیرستان اور بلوچستان میں کون سی خوشی مل گئی ہے کہ سرکاری بندوقیں ایک عرصے سے مسلسل یہاں آگ اُگلنے میں لگی ہوئی ہیں۔ ایک لمحے کو جان بھی لیا جائے کہ خوشی کا اظہار کرنے کے لیے آتش بازی میں کوئی برائی نہیں تو سوال یہ ہے کہ خود کو مسلمان کہنے والے آتش باز سیاستدانوں کو لبنان میں مسمار گھروں کے ملبے تلے دبے انسانوں کی چیخیں سنائی نہیں دیتیں؟ کیا انہیں سر راہ پڑے بے گوروکفن لاشے دکھائی نہیں دیتے......؟ کیا انہیں بے گھر ہو جانے والے لاکھوں انسانوں سے کوئی ہمدردی نہیں کہ تباہی کی ان زندہ تصویروں کو دیکھنے کے باوجود 13 اور 14 اگست کی درمیانی رات بارہ بج کر ایک منٹ پر آگ کے لاکھوں گولے آسمان کی طرف اچھالنے کے باقاعدہ اعلانات کرتے پھر رہے ہیں۔ کاش یہ سیاستداں سوچ سکتے کہ آتش بازی کی نذر ہونے والے ان کے کروڑوں روپے' ہزاروں بھوکے لبنانیوں کو دو وقت کا کھانا فراہم کرنے کا پاکیزہ کام بھی کر سکتے ہیں...... آتش بازی کے پروگرام سے آگاہ کرنے کے لیے لاکھوں میٹر پر مشتمل جس لٹھے کو انہوں نے بینروں کے طور پر استعمال کیا ہے وہی لاکھوں میٹر لٹھا لبنان اور عراق میں ہزاروں مسلمانوں کا کفن بن سکتا تھا...... لیکن یہ سب شاید ان کو گوارہ نہیں کہ انہیں لبنان اور بغداد سمیت دیگر ملکوں میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے کوئی غرض نہیں اور غرض ہو بھی کیوں کہ یہ تو ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والی مخلوق ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ اخوت کس کو کہتے ہیں۔ انہوں نے تو بس علامہ اقبال کا بُت بنا کر اس کی تصویروں کو فریم میں جڑوا کر دیواروں پر ٹانک دینے کا ہنر سیکھا ہے۔ اگر علامہ کی تعلیمات سے واقف ہوتے تو یہ ضرور جانتے کہ......

اخوت اس کو کہتے ہیں' چُبھے کانٹا جو کابل میں
تو دلی کا ہر اک پیر و جواں بے تاب ہو جائے

لبنان تو بہت دور کی بات ہے' ہمارے پڑوس میں بے گناہ افغانی قتل ہوتے رہے لیکن ہم ''سب سے پہلے پاکستان'' کی دھن میں مگن نہ صرف تماشا دیکھتے رہے بلکہ قاتلوں کو اپنا کندھا بھی پیش کیا اور اپنے اس فعل پر نادم بھی نہیں ہیں۔ ہمیں آج بھی یہ سمجھ نہیں آئی کہ ہمارے ہاتھ میں ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ دینے والوں نے درحقیقت ہمیں امہ سے الگ کرنے کی سازش کی ہے اور سازش ''روشن خیالی'' تو کہلا سکتی ہے لیکن کوئی سازش کو اخوت نہیں کہتا...... پُرانا محاورہ ہے ''کوا چلا ہنس کی چال' اپنی بھی بھول گیا''...... اخوت تو رہی ایک طرف ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ بھی عملاً ہاتھوں سے کھسک رہا ہے' ورنہ لبنانیوں کے غم میں نہ سہی مون سون کی بارشوں میں نالہ لئی کے اندر ڈوبتے ہم وطنوں کے غم میں ہی اس بار کی آتش بازی منسوخ کی جا سکتی تھی...... شاید کہ اسی عمل کی برکت سے آئندہ سال چودہ اگست آنے تک ہمیں حقیقی آزادی کی نعمت نصیب ہو جاتی۔

آتش باز سیاستدان بھلے جو مرضی کہیں لیکن وطن عزیز میں بستے لوگوں کی اکثریت اکثر خود سے سوال کرتی ہے کہ کیا ہم واقعی آزاد ہیں......؟ اور اگر ہم واقعی آزاد ہیں تو اپنی بقاء کے لیے مغرب کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑے ہیں......؟ کیا آزاد ملکوں کے معاملات دیار غیر میں طے ہوتے ہیں؟ کیا آزادی اسی کا نام ہے کہ اپنے دفاع کے لیے بھی ہمیں ایف سولہ اور میراج طیاروں سمیت غیر مسلمانوں سے بھیک مانگنا پڑے...... یہ کیسی آزادی ہے کہ ایف سولہ طیاروں کی پوری رقم ادا کر دینے کے باوجود ہمیں شرائط کی رسیوں میں باندھ ڈالا جائے...... اس ملک کی آزادی بھی عجیب آزادی ہے کہ جس کی سرحدوں کی خلاف ورزیاں معمول بنی ہوئی ہوں اور وہ احتجاج تک نہ کر سکے...... وہ ملک کیا آزاد ہے کہ جہاں سوئی سے لے کر پاؤں میں پہننے والی چپل تک سب کچھ بیرون ملک سے آتا ہو' نہ فکری آزادی...... نہ سیاسی آزادی...... نہ معاشی آزادی...... نہ تہذیب کی آزادی...... نہ تمدن کی آزادی اور نہ ہی اپنی ثقافت کو اپنانے کی آزادی......

آتش باز سیاستدان بھلے جو مرضی کہیں لیکن وطن عزیز میں بستے لوگوں کی اکثریت اکثر خود سے سوال کرتی ہے کہ کیا ہم واقعی آزاد ہیں......؟ اور اگر ہم واقعی آزاد ہیں تو اپنی بقاء کے لیے مغرب کے سامنے ہاتھ باندھے کیوں کھڑے ہیں......؟ کیا آزاد ملکوں کے معاملات دیار غیر میں طے ہوتے ہیں؟

اِس صورتحال کے باوجود کچھ لوگ آتش بازی پر بضد ہیں تو یہ وہ ہیں جو ایک نشست میں ڈیڑھ سو روپے کا سگار پی کر پھینک دیتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا ایک دو نہیں اس ملک کے کروڑوں انسان کئی کئی روز تک ڈیڑھ سو روپے کی دیہاڑی نہیں لگا پاتے کہ کبھی مون سون کی بارشیں اور کبھی کوئی اور آفت ان کے گھر بہا کر لے جاتی ہے...... ریشم کے بستروں پر سونے والوں کو کیا خبر کہ فٹ پاتھ کی ننگی زمین پر سونے والوں کو پولیس اہلکار ٹھوکریں مار کر جگا دیتے ہیں...... ان آتش بازوں کو کیا خبر کہ ان کے دسترخوان انواع واقسام کے کھانوں سے لدے ہوتے ہیں تو دوسری طرف بھوک لوگوں کو خودکشیوں پر اکسا رہی ہے۔ ان حالات میں بھلا کیا ہمیں ڈھول' بتاشے اور آتش بازیاں زیب دیتی ہیں؟ (بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

☆ جس شخص کو زکوٰۃ دی جائے‘ کیا اُسے بتانا ضروری ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے؟

☆ اگر بہن بخوشی اپنے حصے سے دستبردار ہو جائے تو......

☆ کیا کوئی لڑکی شادی کے لیے حضرت خدیجہؓ کے پیغام نکاح کو بطور مثال اپنا سکتی ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: گناہ صغیرہ کون کون سے ہیں‘ براہ کرم وضاحت کیجیے؟ (لطیف)

ج: گناہ صغیرہ کی فہرست تو کبھی بھی اور کسی نے بھی مرتب نہیں کی ہے۔ اس ضمن میں اصولی بات ذہن نشین فرمالیں کہ جو گناہ کبیرہ نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہ کبیرہ کون سے ہیں تو اس کے لیے علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام ذھبی نے اپنی کتاب ''الکبائر'' میں تقریباً 70 کے قریب کبیرہ گناہوں کو بیان کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی مکتبہ دارالسلام سے ''کبیرہ گناہوں'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی جان لیں کہ کسی بھی صغیرہ گناہ کو گناہ جانتے ہوئے بھی دہراتے جائیں تو وہ گناہ کبیرہ بن جائے گا‘ لہٰذا ہمیں اپنے افعال کا ہر وقت اور ہر آن جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں۔

س: کیا داڑھی نہ رکھنے والے پر اس حدیث کا اطلاق ہوگا جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم میں سے نہیں'' اگر جواب ہاں میں ہے‘ تو علامہ اقبال کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (نور محمد)

ج: جواب ہاں میں ہے۔ داڑھی بعض کے نزدیک سنت مؤکدہ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ علامہ اقبال کے بارے میں عرض ہے کہ وہ نہ معصوم تھے اور نہ ہی نبی تھے‘ جن سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔ وہ زیادہ باعمل انسان بھی نہ تھے‘ وہ خود فرماتے ہیں۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا غازی تو بنا‘ کردار کا غازی بن نہ سکا

تاہم یہ اُن کی بہت بڑی خدمت ہے کہ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو قرآن کے پیغام سے روشناس کرایا اور تحریک پاکستان کے لئے ولولہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف فرمائے۔

س: جس شخص کو زکوٰۃ دی جا رہی ہو اسے بتانا ضروری ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے؟ (نصیر احمد خان)

ج: بتانا ضروری نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسے نہ بتایا جائے کیونکہ بعض اوقات ایک مستحق اپنی عزت نفس کی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم لینے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔ لیکن اس بات کا تعین کر لیں کہ وہ شخص مستحق ہے یا نہیں۔ اگر آپ اسے مستحق سمجھ رہے تھے اور وہ حقیقتاً مستحق نہ بھی ہوا تو پھر بھی آپ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

س: قرآن پاک میں ہے کہ موت کے آثار ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اپنے چچا ابوطالب سے عین موت سے قبل توبہ کروانا چاہ رہے تھے اس میں کیا حکمت تھی؟ (فیصل اقبال)

ج: ہماری رائے کے مطابق ابوطالب دل سے اسلام کے قائل ہو چکے تھے۔ لیکن قبائلی غیرت وحمیت آڑے آ رہی تھی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا۔ اسی لیے جب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ چچا جان میرے کان میں کلمہ شہادت کہہ دیجئے۔ میں اللہ کے ہاں گواہی دے دوں گا کہ آپ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا‘ تو انہوں نے جواب دیا کہ بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تیرے دین سے بہتر کوئی دین نہیں لیکن میں عرب کی عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا۔

س: کیا کوئی بہن یا بیٹی شادی کے لیے اپنی پسند کے حوالے سے حضرت خدیجہؓ کی حضور ﷺ سے نکاح کی درخواست یا پیغام کو بطور مثال اپنا سکتی ہے؟ (فخر الاسلام)

ج: یقیناً وہ ایسا کر سکتی ہے۔ عورت کو یہ حق حاصل ہے۔ اگرچہ ہمارے معاشرے میں ایسے طرزِ عمل پر اظہار پسندیدگی نہیں کیا جاتا تاہم قرآن پاک میں کھلم کھلا اجازت دی گئی ہے خاص طور پر مطلقہ یا بیوہ کو اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی کنواری لڑکی اگر یہ سمجھتی ہے کہ کس شخص کا رشتہ اس کے لیے زیادہ موزوں ہے تو وہ اپنے والدین کو کہہ سکتی ہے۔ دینی حوالے سے اس میں کوئی قدغن نہیں ہے۔

س: طلبہ کو بسوں میں آدھا کرایہ دینے کی رعایت ہوتی ہے‘ کیا اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ وضاحت فرمادیں؟ (مظہر حسین)

ج: اگر حکومت کی طرف سے یا کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کی طرف سے طلبہ کو آدھا کرایہ دینے کی رعائت دی گئی ہے‘ تو جو طلبہ اس معیار پر پورا اترتے ہیں اور قانونی تقاضا پورا کرتے ہیں انہیں اِس رعایت سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

س: اگر کسی شخص کی بیٹیاں بہ خوشی اپنے بھائی کے حق میں اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں تو کیا بھائی کے لئے اُس سے استفادہ کرنا جائز ہوگا؟ (فضل حق)

ج: مذکورہ بالا صورت حال کے مطابق بھائی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بہنوں کا حق کھائے اس کی قابل عمل صورت یہی ہے کہ پہلے بہنوں کو ان کا حصہ دیا جائے تاکہ فرض ادا ہو جائے۔ پھر اگر بہنیں اپنی آزاد مرضی سے رقم جس کی کہ وہ مالک بن گئی ہوں اپنے بھائی کو واپس کر دیتی ہیں تو جائز ہے۔

س: حالت سفر میں کوئی ورد تجویز فرمادیں؟ (محمد عامر)

ج: سفر کے آغاز میں سواری کی مسنون دعا (سبحان الذی سخر لنا هذا..............) پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی سفر پر جانے اور واپس لوٹنے کی بہت ساری دعائیں کتب سے ملتی ہیں‘ ان کو پڑھیں‘ اس کے بعد کوئی بھی ورد مثلاً تسبیح فاطمہؓ‘ کلمہ طیبہ‘ آیات کریمہ‘ تیسرا کلمہ‘ وغیرہ کا ورد خیر سے خالی نہیں‘ اسی طرح سفر کے اختتام پر دو نفل شکرانے کے ادا کیے جائیں تو یہ بہت افضل عمل ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

امیر تنظیم اسلامی و ناظم اعلیٰ کا دورۂ حلقہ سرحد شمالی

امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب اور ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب نے طے شدہ پروگرام کے مطابق 13 تا 16 جولائی حلقہ سرحد شمالی کا دورہ کیا' جس میں انہوں نے دیر پائین' دیر بالا اور باجوڑ ایجنسی میں رُفقاء واحباب سے ملاقاتوں کے علاوہ ضلع دیر بالا میں بی بیوڑ کے مقام پر جاری مبتدی تربیت گاہ میں بھی خطابات کیے۔ دورہ کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

13 جولائی کو دونوں حضرات عصر کے وقت بٹ خیلہ پہنچے اور مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے دفتر میں رُفقاء واحباب سے ملاقات کے بعد تیمرگرہ تشریف لائے۔

امیر حلقہ کے گھر پر رات گزارنے کے بعد اگلے روز یعنی 14 جولائی کو حلقہ کے مرکزی دفتر واقع ڈبر (تیمرگرہ) میں مقامی تنظیم کے رُفقاء اور احباب سے ملاقات ہوئی' جس میں امیر محترم اور ناظم اعلیٰ نے رُفقاء سے گفتگو کے علاوہ پوچھے گئے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ بعدازاں تیمرگرہ سے روانگی ہوئی۔ نماز جمعہ خال بازار کی جامع مسجد میں ادا کی گئی۔ عصر سے قبل بی بیوڑ پہنچ گئے۔ یہاں پر زیرِ تربیت مبتدی رُفقاء اور مرکز سے آئے ہوئے ناظم تربیت جناب شاہد اسلم سے ملاقات کے بعد امیر محترم اور امیر حلقہ دیر کے لیے روانہ ہوئے اور ناظم اعلیٰ صاحب نے زیر تربیت رفقاء سے بعداز نماز عصر تا عشاء تربیتی خطاب کیا۔ بعدازاں وہ بھی دیر تشریف لے آئے جہاں تمام مہمانوں کا قیام رفیق تنظیم محترم سعید اللہ صاحب کے گھر پر تھا۔

اگلی صبح یعنی 15 جولائی کو دفتر تنظیم سے ملحقہ علامہ اقبال پبلک سکول کے پرنسپل صاحب کے دفتر میں مقامی رفقاء سے ملاقات کی جس میں 5 رفقاء کے علاوہ دو احباب بھی شریک ہوئے۔ احباب میں سے ایک حنیف اللہ صاحب تھے' جو ہمارے مرحوم ملتزم بزرگ رفیق غوث الرحمٰن کے صاحبزادے ہیں۔ مرحوم رفیق کے لیے دُعائے مغفرت اور اظہار ہمدردی کی گئی۔ بعدازاں بی بیوڑ کے لیے روانگی ہوئی' جہاں پر امیر محترم نے تربیت گاہ کے شرکاء سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے فکرِ تنظیم' فرائض دینی اور انقلاب کے طریق کار کو موضوع بنایا۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد براول بانڈی روانگی ہوئی۔ راستے میں سُرباٹ کے مقام پر مقامی تنظیم کے امیر محترم لائق سید کے گھر پر تقریباً دو گھنٹے قیام ہوا۔ یہاں پر رُفقاء کے علاوہ مدعوئین میں چند احباب بھی خصوصی طور پر تشریف لائے تھے' جن کا تعلق جماعت اسلامی اور دیگر سیاسی پارٹیوں سے تھا۔ ناظم اعلیٰ صاحب نے ان حضرات سے تنظیم اسلامی کی فکر اور دعوت دین اور اقامتِ دین کے جدوجہد کے حوالے سے پشتو میں گفتگو کی۔ جماعت اسلامی کے دوستوں کی خاصی اُلجھنیں رفع کی گئیں۔ اور اُن کے سامنے تفصیلاً یہ بات قرآن' سیرت النبیؐ اور تاریخ خلافت کے حوالے سے بیان کی گئی کہ الیکشن کے ذریعے اس ملک میں خیر برآمد ہونے کی توقع بہت کم ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے موجودہ صورت حال کے سلسلے میں ایم ایم اے کی کارکردگی کی مثال پیش کی کہ اگر موجودہ حالات میں بھی جبکہ مرکز میں بھی مذہبی جماعتوں کی کافی تعداد ہے اور صوبہ سرحد میں اُن کی مکمل حکومت ہے' دین کے لیے کوئی قابلِ قدر کام نہ ہو سکا تو آئندہ اِس کی کس طرح اُمید کی جاسکتی ہے۔ ناظم اعلیٰ نے تفصیلاً یہ بات سامنے رکھی کہ اس ملک میں مکمل اسلامی بالادستی کے لیے ایک منظم انقلابی جماعت کی ضرورت ہے' جو خود اپنے اُوپر دین نافذ کرنے والے افراد کی معتد بہ تعداد رکھتی ہو۔ اور ایک پریشر گروپ کی صورت اختیار کرے اور نہی عن المنکر کو لے کر طاغوتی نظام کی راہ میں مزاحم ہو کر ایک پُرامن اور بامقصد تحریک کے ذریعے آگے آئے' اور اللہ کے دین کی بالادستی کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرے۔ ناظم اعلیٰ نے فرمایا کہ یہ وہ طریقہ ہے جس کی بدولت دینی قوتیں جمع ہو سکتی ہے جبکہ الیکشن ہمیشہ دینی جماعتوں کی افتراق اور انتشار ہی کا ذریعہ بنے ہیں۔ ناظم اعلیٰ نے واضح فرمایا کہ گزشتہ الیکشن میں مذہبی جماعتوں کا اتحاد ایم ایم اے کی صورت میں حالات کے جبر اور افغانستان میں طالبان کے خون کے مرہون منت تھا۔

یہاں سے ہم براول بانڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ براول ضلع دیر بالا کی ایک سرحدی تحصیل ہے جس کی حدود مغرب میں افغان سرحد سے ملتی ہیں۔ یہاں عصر کے وقت گاؤں سے باہر گل ڈھیری کے مقام پر ایک پرائیویٹ قیام گاہ پر کچھ وقت گزارا۔ مغرب کی نماز براول بانڈی کی جامع مسجد میں ادا کی گئی اور رات امیر حلقہ کے ایک دوست محترم حاجی محمد یوسف کے ہاں گزاری۔ میزبان نے مہمانوں کی خوب تواضع کی۔

16 جولائی کی صبح پونے سات بجے ناشتہ کے بعد' ہم اپنے میزبان سے رخصت ہوئے' اور شاہی کے راستے علاقہ جندول (ثمرباغ' منڈا) سے ہوتے ہوئے ساڑھے دس بجے باجوڑ پہنچے' جہاں مقامی تنظیم کے اُمراء جناب گل رحمٰن اور جناب فیض الرحمٰن الہدیٰ پبلک سکول میں اپنے رُفقاء سمیت ہمارے منتظر تھے۔ یہاں پر کچھ دیر تک گفتگو کے بعد سکول کے ہال میں امیر محترم اور ناظم اعلیٰ نے رُفقاء سے خطاب فرمایا۔ کارگزاری اور دیگر حوالوں سے اس علاقہ میں کام کا جائزہ لیا گیا۔ رُفقاء کو ہدایات دی گئیں اور تذکیر کی گئی۔ تفصیلی گفتگو کے بعد امیر محترم اور ناظم اعلیٰ مہمند ایجنسی کے راستے عازمِ سفر ہوئے اور راقم واپس اپنے گھر تیمرگرہ کے لیے روانہ ہوا۔ اس طرح یہ سہ روزہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ (مرتب: محمد فہیم)

تنظیم اسلامی خار باجوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اللہ زمین پر اللہ کا نظام قائم کریں' مگر افسوس کہ زمین کے کسی حصے پر بھی یہ نظام قائم نہیں ہے۔ اپنے پرائے سب سیکولر جمہوریت کے اسیر ہیں۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

غیر اللہ کے حاکمیت پر مشتمل طاغوتی نظام کے خاتمے اور اسلامی خلافت کے قیام کے لیے تنظیم اسلامی سرگرم عمل ہے۔ اس جدوجہد میں تنظیم اسلامی خار باجوڑ کے رفقاء کافی متحرک ہیں۔ آئے روز کہیں نہ کہیں کوئی پروگرام ضرور ہوتا ہے۔ ماہِ جولائی میں بھی کئی پروگرام ہوئے' جن کے نتیجے میں 4 افراد جن میں' دو علمائے کرام بھی شامل ہیں' قافلہ تنظیم میں شامل ہوئے۔ مہینے کے آخر میں شب بیداری کا خصوصی پروگرام ہوا۔ گاؤں لگہ کی مسجد میں نماز عصر کے بعد راقم نے ''انسانوں سے اللہ کا واحد مطالبہ'' پر گفتگو کی۔ بعداز نماز مغرب گل محمود نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' بیان کیا۔ رات کو درس حدیث' درس قرآن' تجوید کلاس' سرکل سٹڈی اور افہام و تفہیم کے حوالے سے پروگرام ہوئے۔ اگلی صبح محترم فیض الرحمٰن نے ''اقامت دین کیا اور کیسے'' پر پُرمغز گفتگو کی۔ مولانا فضل وہاب نے بتایا کہ میں تربیت گاہ میں محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کے لیکچر سے بہت متاثر ہوا۔ وہ جس طرح گراف اور چارٹ کے ذریعے فرائض' واجبات' اور سنتوں کی وضاحت کرتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ القرآن پبلک سکول مینہ میں بھی تفہیم دین کا پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں دس احباب نے شرکت کی۔ اللہ ہماری اِس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین!

(مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا نصف روزہ تربیتی اجتماع

16 جولائی کو تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے زیر اہتمام نصف روزہ تربیتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کی ابتدا درسِ قرآن سے ہوئی۔ حافظ عاصم بٹ نے عبادتِ رب پر درس قرآن دیا۔ اس پروگرام کے دوسرے مقرر تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے امیر جناب مجیب الرحمٰن تھے' جنہوں نے دینی فرائض کے جامع تصور کی وضاحت کی۔ نثار احمد خان نے دینی فرائض کی پہلی منزل' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور پہلی چھت اسلام' اطاعت' تقویٰ اور عبادت کے حوالے سے جامع گفتگو کی اور عبادت رب کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا۔ شکیل احمد نے' جو تنظیم کے تاسیسی رکن ہیں' دینی فرائض کی دوسری چھت (منزل) تبلیغ' دعوت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادت علی الناس کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ عمران حمید نے دینی فرائض کی تیسری منزل ''غلبہ دین'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اُن کے بعد امجد محمود کا خطاب تھا۔ انہوں نے دینی فرائض کے ضمن میں نقشہ کی مدد سے رفقاء اور احباب کے سوالات کے جوابات دیے۔ اور دینی فرائض کے لوازم' جہاد' التزام جماعت اور بیعت پر مختصر گفتگو کی۔ نماز ظہر اور کھانے پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: مجیب الرحمٰن قریشی)

تبصرہ کتب

نقوشِ صحابہ رضی اللہ عنہم

مرتب: ارشاد الرحمٰن
صفحات: 592
قیمت (مجلد): -/400
ای میل: info@dar-ut-tazkeer.com

تبصرہ نگار: عتیق الرحمٰن صدیقی

''نقوش صحابہؓ'' پاک دل و پاکباز انسانوں کی عنبر فشاں سیرتوں کا ایک خوبصورت اور دل آویز مجموعہ ہے۔ یہ ترجمہ بھی ہے اور ترجمانی بھی' گلہائے رنگ رنگ کے تنوع اور مرتب کی حسن طبیعت نے اس کتاب کو ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ یہ خال و خد ہیں ان نفوس قدسیہ کے جو براہ راست حضور نبی کریم ﷺ کے جمال جہاں آرا سے آسودۂ بصارت ہوئے۔ آپؐ کے دامن عطوفت میں خزف ریزوں سے لعل گہر بنے اور آپؐ کے نقوشِ جاوداں سے ہم آغوش ہو کر وہ تابانی و درخشانی پائی کہ ایک جہاں کو ضوفشاں کیا۔

یہ جلیل القدر انسان اپنے معلمؐ و مربیؐ کے اداشناس بھی تھے اور رمز آشنا بھی' قرآن مبین کے اولین مخاطب بھی یہی لوگ تھے۔ دین کا تفقہ بھی انہیں حاصل تھا اور مقصد بعثت کا صحیح ادراک بھی انہیں میسر تھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں اپنے محسنؐ کے ہم سفر رہے' اور جان سوزی' جان سپاری اور فدائیت کی ایک نئی تاریخ رقم کی جو قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے لیے ضرب المثل بن گئی۔ ایمان و ایقان کی ایسی شمعیں روشن کیں جو تاریک راہوں میں منزل کا شعور بخشتی اور من کی بستی آباد کرنے والوں کو سکینت و طمانیت سے ہمکنار کرتی ہیں۔

حسین و خوشنما پھولوں کا یہ گلدستہ جناب ارشاد الرحمٰن نائب مدیر ہفت روزہ 'ایشیا' لاہور کی شبانہ روز محنتوں کا ثمرہ ہے۔ خالد محمد خالد کی کتاب میں انہوں نے جا بجا رنگ بھرے' عبدالرحمٰن رافت پاشا کی کتاب کی آمیزش سے اس کے حسن کو دوبالا کیا اور پھر مزید تنقیح اور اضافوں سے اس کتاب کو ایمان افروز اور فکر افزا بنا دیا۔ کوئی بھی ترمیم اَنمل اور بے جوڑ نہیں نفاست' سلاست اور شگفتگی کے ساتھ اور موقع و محل کی مناسبت کو پیش نظر رکھ کر اسے عبارت میں سمو دیا گیا ہے۔ انداز بیان خاصا دلچسپ ہے' نگارش کے اس اسلوب نے کتاب کو زیادہ مفید بنا دیا ہے۔

ان نقوش کی آرائی قصہ گوئی کے پیرائے میں کی گئی ہے۔ واقعات کی ترتیب کا انداز منطقی نہیں بلکہ نفسیاتی ہے' یہ جذبات و احساسات اور میلانات و رجحانات کی تشفی کرتا اور قاری کی تشویق میں اضافے کا موجب بنتا ہے' جذبوں کو نئی حرارت اور نئی تمازت میسر آتی ہے' معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کا ہدف یہی ہے جس کو سامنے رکھ کر اس نے جگر لخت لخت کو خوبصورتی سے یکجا کیا ہے' عقیدت کا جوش فطری ہے جو سطر سطر میں نمایاں ہے مگر ہوشمندی کا اقتضاء بھی ملحوظ رہا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ واقعات کی ثقاہت قائم رہے۔

صاحب کتاب نے کتاب کے آغاز میں معمار نقوش کی معجز نما سیرت پر بڑے سلیقے سے گفتگو کی ہے' ان ارفع و اعلیٰ اور دلکشا نقوش کا تذکرہ کیا ہے جو محسن اعظم ﷺ کی سیرت مطہرہ میں بدرجہ اتم موجود تھے اور وہی نقوش اطاعتِ رسول کے نتیجے میں ان رہروانِ راہ محبت کی سیرتوں میں مرتسم ہوتے چلے گئے۔ وہ انہی راہوں پر جادہ پیا ہوئے جو ان کے مربی و محسن نے ان کے لیے متعین کی تھیں۔ عرب کے تپتے ریگزاروں' سنگلاخ وادیوں اور تیرہ و تار فضاؤں میں ان عشاقِ رسول نے ''وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ'' کا پرچم بلند کیا' ادیانِ باطلہ کو نابود کیا اور دینِ حق کو غالب کیا اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آیا۔ پاکستان میں ایسے ہی معاشرے کی تشکیل کے لیے انہی صحابہ کرامؓ کی سیرتوں سے شناسا ہونے کی ضرورت ہے۔ ان کے دنوں کی تپش اور ان کی شبوں کے گداز کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم انہی نفوسِ قدسیہ کے احوال و مقامات کی سیر کریں۔ ''نقوشِ صحابہؓ'' اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

ملنے کا پتہ: دار التذکیر' رحمٰن مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اُردو بازار' لاہور۔

تحفظ ناموس رسالت کیوں اور کیسے؟

مرتب: مفتی محمد ریاض جمیل
ضخامت: 512 صفحات
قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے ایک اخبار نے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے بارہ کارٹون شائع کرنے کی ناپاک جسارت کی۔ دنیا بھر کے مسلمان غم و غصہ سے بھر گئے' ہر جگہ احتجاج کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں اس گستاخی کو ہر مسلمان نے ایسے محسوس کیا گویا اُس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا گیا ہو۔ محمد بدر عالم چنیوٹی کی تحقیق کے مطابق یہ قادیانی سازش کا ایک حصہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت کو اوجھل کر کے جھوٹے نبی مرزا قادیانی کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس نے جہاد اسلامی کو کالعدم قرار دے دیا ہے۔

کارٹونوں کی اشاعت پر ردِعمل کے طور پر جہاں جلسے' جلوسوں اور ریلیوں کے ذریعے احتجاج کیا گیا وہاں اہل قلم نے بھی اپنے غم و غصے کا بھرپور اظہار کیا۔ مگر سب سے انوکھا اور موثر احتجاج ایک پاکستانی طالب علم عامر چیمہ نے کیا جس نے غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے جرمنی میں موجود گستاخ اخبار کے بیورو چیف پر قاتلانہ حملہ کیا اور موقع پر ہی گرفتار ہو گیا۔ ڈیڑھ ماہ کی اذیت ناک قید کے بعد اس عاشق رسول ﷺ کو شہید کر دیا گیا اور ظاہر یہ کیا گیا کہ اُس نے جیل میں خودکشی کی ہے' جبکہ جیل کے اندر خودکشی کا کسی طور پر کوئی امکان نہیں تھا۔

عاشق رسول ﷺ عامر چیمہ کی شہادت پر اخبارات و رسائل میں عقیدت بھرے کالم اور مضامین شائع کیے گئے۔ جن میں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب کی سزا اور گستاخ رسول ﷺ کو کیفر کردار تک پہنچانے والے عاشقان رسول ﷺ کے تذکرے ہیں۔ مولانا مفتی محمد ریاض جمیل استاد جامعہ اشرفیہ نے اس موضوع پر لکھے گئے سو سے زیادہ مضامین کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے' جن کے عنوان اس طرح ہیں:

پہلا باب: ناموس رسالت کی ضرورت و اہمیت
دوسرا باب: توہین آمیز خاکوں کے مذموم مقاصد کیا تھے؟
تیسرا باب: حب رسول ﷺ
چوتھا باب: توہین رسالت اور ہماری ذمہ داریاں
پانچواں باب: گستاخ رسول ﷺ شریعت کی عدالت میں
چھٹا باب: گستاخانِ رسول ﷺ کا عبرت ناک انجام
ساتواں باپ: مغرب کی آزادیٔ رائے
آٹھواں باپ: تہذیبوں کا تصادم
نواں باب: غازی عامر چیمہ شہید
دسواں باب: تحفظ حرمت رسول پر منظوم کلام

تمام تحریریں دفورِ جذبات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اور عاشقان رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت کا مظہر ہیں۔ مگر ع ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں۔ مقامِ شہادت وہ فضیلت ہے جس کی خود رسول اللہ ﷺ نے بھی بار بار تمنا کی ہے۔ کتاب کے مضامین جذبۂ ایمان کو جلا بخشنے والے اور حُبِ رسول کا ولولہ تازہ کرنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ کتاب کی کمپوزنگ پوری توجہ سے نہیں کی گئی' اس لیے جا بجا اغلاط لطیف طبائع کے لیے تکدر خاطر کا باعث ہے۔ اگلے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر دی جائے تو بہتر ہوگا۔

ملنے کا پتہ: یہ کتاب مکتبہ الحرم' اُردو بازار' لاہور اور مکتبہ سید احمد شہید' اُردو بازار' لاہور سے دستیاب ہے۔

لبنانیوں کو سلام

12 جولائی سے لبنان کے باسیوں بالخصوص حزب اللہ کے مجاہدین نے جس طرح اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کیا ہے' وہ بے مثال ہے۔ حزب اللہ نے اپنے سے کہیں زیادہ طاقتور دشمن سے ٹکر لے کر ثابت کر دیا کہ اگر دل میں ایمانی جوش وولولہ موجزن ہو' تو مٹھی بھر افراد بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ یہی اللہ کا فرمان بھی ہے۔

حالیہ لبنان' اسرائیل جنگ سے کئی پہلو سامنے آئے اور کئی نظریے پاش پاش ہو گئے۔ مثلاً پچھلے ایک عشرے سے عسکریات کا یہ نظریہ راسخ ہو چکا تھا کہ اب فضائی حملے جنگوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ امریکیوں نے عراق اور افغانستان میں فضائی حملوں کے ذریعے ہی عراقی فوج اور طالبان کو شدید نقصان پہنچایا لیکن لبنان میں حزب اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ نظریہ ہر وقت کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسرائیلی طیارے لبنان کے ہزاروں چکر لگانے کے باوجود حزب اللہ کے اسلحہ ڈپو تباہ نہ کر سکے اور وہ مسلسل اسرائیلی شہروں کی طرف راکٹ پھینک رہے ہیں۔

مزید براں اس جنگ سے اسرائیلی فوج کو سخت دھچکا لگا جو پچھلی تین عرب اسرائیل جنگوں میں عرب ممالک کی مجموعی افواج کو شکست دے چکی تھی۔ حالیہ جنگ میں ایک مقامی تنظیم نے اُسے ناکوں چنے چبوا دیے اور اُسے سخت نقصان پہنچایا' حالانکہ اسرائیلی فوج جدید ترین اسلحہ رکھنے کے باعث دنیا کی خطرناک ترین افواج میں شمار ہوتی ہے۔ اسرائیلیوں کو امریکی جاسوس مواصلاتی سیاروں کی مدد بھی حاصل ہے جو ہر لحہ زمینی تصاویر لیتے رہتے ہیں مگر اس بار یہ مدد بھی کام نہ آئی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اسرائیلی اسلحہ کے ناکارہ ثابت ہونے سے اسرائیل کی برآمدات کو نقصان پہنچے گا۔ یاد رہے کہ اسرائیلی ہر سال چار ارب ڈالر کا اسلحہ برآمد کرتے ہیں۔

جنگ کا نتیجہ چاہے کچھ بھی نکلے' اس میں شک نہیں کہ حزب اللہ نے اسرائیلی فوج کو کئی ہفتے تک پیش قدمی کرنے سے روک کر پوری دنیا کے مسلمانوں کے دل جیت لیے۔ انہیں لگا ہے کہ ان کی کھوئی ہوئی عزت کچھ بحال ہو گئی ہے۔ اس جنگ میں اسرائیل کو ایسی اخلاقی اور جنگی شکست ہوئی ہے کہ وہ عرصہ دراز تک اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔ اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی نے مسلمانوں کو بیدار کر دیا اور اب وہ اتحاد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

سری لنکا میں مسلمانوں کا قتل عام

سری لنکا میں حکومت اور تامل ٹائیگروں کے درمیان پھر جنگ چھڑ گئی ہے۔ پچھلے دنوں تاملوں نے ایک مسلمان قصبے موتار پر حملہ کر کے ایک سو مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ بتایا جاتا ہے کہ ان مسلمانوں نے تامل باغیوں کے ٹھکانے تلاش کرنے میں سری لنکن فوج کی مدد کی تھی مگر اس مدد کی انہیں بہت بھاری قیمت چکانی پڑی۔ یہ افسوس ناک خبر سری لنکن فوجیوں کو تب معلوم ہوئی جب انہوں نے موتار پر تامل ٹائیگروں کا قبضہ پسپا کر دیا۔

یاد رہے کہ تامل ٹائیگر ہندو ہیں اور وہ شمالی اور مشرقی سری لنکا میں اپنی خودمختار حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تاملوں کو بھارتی ریاست تامل ناڈو اور دیگر امیر بھارتی تاملوں کی حمایت حاصل ہے اور وہ ان کی مالی و جنگی امداد بھی کرتے ہیں۔

فلسطینی سپیکر گرفتار

اسرائیلی فوج نے رملہ میں کارروائی کے دوران فلسطینی پارلیمنٹ کے سپیکر عزیز دویک کو ان کے گھر سے گرفتار کر لیا۔ فلسطینی وزیراعظم اسماعیل ہنیہ نے دویک کی گرفتاری کی تصدیق کرتے ہوئے اسرائیلی اقدام کی شدید مذمت کی ہے۔

زرقاوی کی تعزیت' ارکان پارلیمنٹ کو سزائے قید

اردن میں ایک فوجی عدالت نے دو ارکان پارلیمان کو فرقہ واریت پھیلانے کے الزام میں قید کی سزا سنائی ہے۔ محمد ابوفراس اور علی ابوبکر نے عراق میں القاعدہ کے سابق سینئر ترین رہنما ابومصعب الزرقاوی کی موت پر اظہار افسوس کیا تھا' ایک رکن پارلیمنٹ کو دو سال قید جبکہ دوسرے کو اٹھارہ ماہ کی سزا سنائی گئی ہے۔

ایران پر پابندیاں

اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے ایران کو 31 اگست کی قطعی تاریخ دے دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایرانی مقررہ تاریخ تک یورینیم کی افزجنٹ روک دیں' ورنہ ان پر معاشی اور سفارتی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی۔ یہ قرارداد برطانیہ' جرمنی' فرانس اور امریکا نے مل کر تیار کی ہے۔ اس میں چین اور روس کی مشاورت بھی شامل تھی۔ سیکیورٹی کونسل میں اس قرارداد کے خلاف 14 ارکان میں سے صرف ایک رکن' قطر نے ووٹ دیا جو کونسل میں عرب ممالک کی نمائندگی کرتا ہے۔ رائے شماری کے بعد اقوام متحدہ میں قطر کے سفیر ناصر الناصر نے کہا: ''اس قرارداد سے مشرق وسطیٰ میں کشیدگی میں مزید اضافہ ہوگا۔ اس علاقے میں پہلے ہی شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اگر آگ پھیل گئی' تو وہ سب کو بھسم کر ڈالے گی۔ قطر سمجھتا ہے کہ ایران کو فیصلہ کرنے کے لیے مزید وقت ملنا چاہیے تھا۔ پھر یہ دیکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ ایران کے عزائم کیا ہیں۔''

ایرانی حکومت نے یک بیک اس قرارداد کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اُسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ پرامن مقاصد کے لیے ایٹمی تحقیق کر سکتا ہے۔ لہٰذا یورینیم کی افزجنٹ کسی صورت نہیں روکی جائے گی' بلکہ ضرورت پڑی تو اس منصوبے کو مزید بڑھایا جائے گا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر ایران پر پابندیاں لگائی گئیں' تو وہ زیادہ سخت نہیں ہوں گی اور ان سے نمٹنے میں ایرانی حکومت کو زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ امریکا اور اسرائیل دونوں کا کہنا ہے کہ ایرانی ایٹم بم بنا رہے ہیں۔ اس ضمن میں ایرانی ایٹمی تنصیبات پر حملے کی خبریں بھی سامنے آ چکی ہیں۔ مگر لبنان میں ایک مقامی تنظیم کے ہاتھوں اسرائیلیوں کی عبرت ناک شکست نے حالات بہت حد تک تبدیل کر ڈالے ہیں۔ امریکیوں نے ایران پر حملہ کیا' تو انہیں بڑی ذلت اٹھانی پڑے گی۔ ایرانی افواج کو اپنی عوام کی حمایت حاصل ہے اور وہ اپنے وطن کا دفاع کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

نیٹو افغانستان میں

ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان اور غیر ملکی افواج کے درمیان جھڑپیں جاری ہے۔ پچھلے ہفتے وہاں یہ تبدیلی آئی کہ غیر ملکی فوج کی کمان نیٹو نے سنبھال لی ہے۔ اس سے پہلے اتحادی افواج کا کمانڈر صاحب بہادر (امریکا) تھا۔

نیٹو کے کمانڈر' برطانوی لیفٹننٹ جنرل ڈیوڈ رچرڈز کا بیان بڑا معنی خیز ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ''نیٹو فوج یہاں طویل عرصے تک رہنے کے لیے آئی ہے۔ ہم افغان حکومت کی ہر ممکن مدد کریں گے تاکہ وہ مستحکم ہو سکے۔ افغان حکومت کے استحکام کے لئے لاکھ کوشش کی جائیں' وہ مستحکم نہیں ہو سکتی' کیونکہ وہ افغانوں کی نمائندہ نہیں' بلکہ افغان پر قابض امریکہ کی کٹھ پتلی انتظامیہ ہے' البتہ کمانڈر کے بیان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ نیٹو اور امریکا نے صرف ''وسیع تر مفادات'' حاصل کرنے کے لیے افغانستان میں ''طویل قیام'' کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ علاقے میں چین اور روس کا اثر ورسوخ پھیلنے نہ پائے' افغانستان میں رہ کر وہ دونوں ممالک کی سرگرمیوں پر بھی نظر رکھ سکتے ہیں۔ یہ امر خصوصاً پاکستان کے لیے خطرناک ہے۔

پاکستانی پارلیمنٹ میں امریکی ادارے کا دفتر

امریکی ادارے یو ایس ایڈ نے ارکان پارلیمنٹ کو تربیت دینے اور کارکردگی بہتر بنانے کے لیے پاکستانی پارلیمنٹ ہاؤس میں اپنا دفتر قائم کر لیا ہے۔ دفتر کو معلومات کے حصول کے لیے قومی اسمبلی کی لائبریری میں موجود کسی بھی قسم کے ریکارڈ تک بھی رسائی حاصل ہوگی۔ اپوزیشن کے بڑے اتحاد ایم ایم اے نے امریکی ادارہ کو دفتر قائم کرنے کی اجازت دینے پر حکومت سے سخت احتجاج کیا ہے۔ بلاشبہ یہ تشویشناک خبر ہمارے معاملات میں امریکی عمل دخل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کیا حکمرانوں کو اس کا اندازہ نہیں ہے؟

اسرائیلی حملے کا بھرپور جواب دیں گے: شامی وزیر خارجہ

شام کے وزیر خارجہ ولید موالین نے کہا ہے کہ اگر اسرائیل نے شام پر حملہ کیا تو اسے فوری اور بھرپور جواب دیا جائے گا۔ اگر وقت پڑا تو وہ حسن نصر اللہ کی قیادت میں حزب اللہ کا سپاہی بننے کے لیے بھی تیار ہیں۔

state, Iran, which wasn't involved in any of Israel's previous wars...What's happening in the Middle East, then, isn't just another chapter in the Arab-Israeli conflict. What's happening is an Islamist-Israeli war."

Former CIA man James Woolsey, appeared with John Gibson Today and joining in with the neocon chorus he said the U.S. need to attack Syria. He's said that we are in World War IV since '03 as part of a group calling itself "Americans for Victory Over Terrorism." The group was founded by former Education Secretary William Bennett, who took part in Wednesday's event along with Paul Bremer, a U.S. ambassador during the Reagan administration and the former chairman of the National Commission on Terrorism.

Former U.S. speaker of the House Newt Gingrich said on July 16 that he believed the United State is "in the early stages of World War III." Endorsing his statement, the editorial of the Christian magazine Trumpet concluded: "As extreme as it might sound, this observation by Newt Gingrich is the truth." Pat Robertson and Jerry Falwell, believe Israeli hegemony in the Middle East represents the fulfillment of Biblical prophecy about the coming of Jesus. A prophecy, in their view, can be self-fulfilling: it is, however, their Christian duty to expedite it.

For the Christian Zionists, every rocket that flies into Israel and every bridge that is blown up in Lebanon just brings them one step closer to the end of the world. They consider it unchristian to think only of the innocent Arabs and Israelis instead of the Rapture. Instead of seeing the silver lining in every storm cloud, to Christian Zionists the storm clouds in the Middle East are the silver linings. It is, thus not surprising, to see the U.S. vetoing ceasefire resolution at the Security Council

With the aforementioned background, the fear of the region heading to a greater war is fast turning into reality. Imagine the aftermath of bombing Syria and Iran. Surrounded and squeezed by the United States and its Allies on all sides, frustrated Arab populations would turn on their aging, sell-out rulers in Jordan, Egypt, Yemen, Qatar, Saudi Arabia, and elsewhere. Oppressive regimes in the Muslim world would succumb to public demand, and the United States would expands its bloody occupation to other Arab states under the same pretext of fighting "Islamists" and preventing them from erecting an "Islamic empire."

In the phase two of Zionist totalitarian design, extermination of Arabs in large numbers will take place. Peace would break out with the leftover terrorized and pacified Arabs, and trade would blossom, with Israel occupying almost all of the Middle East and its tourists spending millions in Baghdad, Damascus, Tehran, and Beirut.

Sounds absurd? No more so, perhaps, after all this talk of the impending world war. There are three well-known and basic causes that have made unprecedented bloodshed in the Middle East inevitable. 1: The incompetent United Nations. 2. The helplessness of the whole world before the Israeli terrorism under the auspices of the U.S. 3. Muslims' inability to change their status from divided sitting ducks to a united bloc for defending their rights or, at least, making an effective demand for real independence, justice, and equality.

Furthermore, Israel requested the United States numerous times to attack Syria and Iran. "A Clean Break: A New Strategy for Securing the Realm"—co-authored by Richard Perle, James Colbert, Charles Fairbanks, Jr., Douglas Feith, Robert Loewenberg, David Wurmser, and Meyrav Wurmser—portrayed Syria as the main enemy of Israel, but maintained that the road to Damascus had first to pass through Baghdad. That part of the plan has already been completed. The initial report of U.S.-Israeli plans for aggression in 2003 have already turned to reports about possible nuclear attacks on Iran in 2006.

Keeping these realities in mind, it is hardly logical to deny—unless these trends and initiatives are effectively reversed—that an escalation of conflict and unprecedented bloodshed is imminent, and realization of the dream of a Greater Israel—however ephemeral and tyrannical—is now set to take place within a matter of years, not decades.

Abid Ullah Jan's latest book, "After Fascism: Muslims and the Struggle for Self-determination." is now available.

IBS

اسلامک بک سٹور

- قرآن پاک بمعہ ترجمہ وتفسیر، رومن سکرپٹ کی وسیع ورائٹی
- حدیث اور اسلامی موضوعات پر مختلف سکالرز کی کتب
- کیسٹس اور سی ڈیز پر تلاوت بمعہ ترجمہ وتفسیر (اردو اور انگریزی)
ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر غلام مرتضی، ڈاکٹر فرحت ہاشمی ودیگر
- حجاب، سکارف، عبایا، چادر، تسبیح، جائے نماز، قبلہ نما
اور حج وعمرہ کا مکمل سامان دستیاب ہے

اب ڈیفنس شاپنگ مال میں
New Tesmart

دکان نمبر 12-11 بیسمنٹ، ڈیفنس شاپنگ مال،
نیو ٹیس مارٹ بالمقابل عادل ہسپتال۔
فون: (+92)42-6612322
ای میل: Ibs_defence@yahoo.com

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 29

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Greater Israel: Does it make sense now?

Israel pounds Gaza and Lebanon simultaneously, there are no signs of diplomacy to halt the conflict. Bush says, "the best way to stop the violence is to understand why the violence occurred in the first place." Canadian prime minister says, "I think Israel's response under the circumstances has been measured." Above all, the U.S. vetoed Security Council's call for a ceasefire. Britain also opposed calling for ceasefire and instead Defense Secretary Des Browne ordered for HMS Illustrious and HMS Bulwark to "make ready" for operations off Lebanon. And Blair accused Syria and Iran.

One would think that the United Nations' demand for a cease-fire would have been the most logical and humanitarian call these diplomats could have possibly made. Many analysts infer to Israeli prime Ministers address to Knesset that Israel is ready for a ceasefire. Nevertheless, signals from the United States are totally different. The New York Times, echoed Hillary Clinton's conviction that all Americans stand behind Israel, giving the impression that Israel has no interest in a ceasefire. Top online headline at CBS and the New York Times on July 18 was: "Israeli general says Lebanon offensive will last weeks." In Washington, Condoleezza Rice made clear Washington's position that a ceasefire "won't help." This is the kind of double-talk that we witnessed during the so-called peace process since early 1990s.

The present role by the U.S. and U.K. is by design. Just when it seemed like neoconservatism was ready for a quiet death, the Zionists provided neoconservatives with an opportunity to get the war they've always dreamed of.

Exerting influence on the Bush administration is a breeze - all it has to be persuaded to do is do nothing. That is exactly the script followed in U.K and Ottawa. Meanwhile the commentators can work the airwaves and drum home the message that Mahmoud Ahmadinejad is orchestrating all the chaos across the Middle East. It will only be a matter of time before Washington quietly gives the green light for Israeli jets to go screaming towards Tehran -- at least that's the vision William Kristol, Michael Ledeen and their cohorts believe is almost within their grasp.

The Israeli justifications for the escalation of war make no sense unless looked from a broader perspective. The real aim is total dominance over the Middle East and establishing greater Israel. In the final days, the British Empire paved the way for the creation of a Zionist state. Today, the United States is facilitating the emergence of a Greater Israel at the cost of its empire.

The blame for the current Israeli war falls entirely on Israel's friends, who approve occupation, racism, repression and deployment of inhuman methods in the service Zionists hegemonic designs. Myopic thinking and grand deception on the part of the United States and Israel in the last 13 years have led to the beginning of the present final show down in the Middle East.

For 45 years, 1948-93, Zionists' strategic vision, brilliant planning, Western technological support, and logistical assistance helped it consolidate a state created without any moral, social, political or legal justification. Created on the basis of terrorism, the Zionist state survived through terror and tyranny.

The first American war on Iraq and the unflinching support of pro-Zionists in the U.S. and Europe made Zionists more confident. They started planning for phase two of the project towards establishing Greater Israel. They rightly concluded they had won round one. The Zionists started round two with gaining as much legitimacy as possible with the deceptive U.S.-led "peace process." They were aware of the inconvenient fact that they cannot fool all people all the time. They were prepared for the day that is before our eyes today.

Most Arab countries gave up their goal to liberate occupied Arab territories and fell into the trap of 'land for peace' rhetoric. After the first war on Iraq, emotions long held in check, fatigue and hubris, came flooding out in Arab capitals. Deciding that they had had enough of war and could end the war on some face saving terms, Palestinians and other Arabs went for the deceptions of "the peace process" and "disengagement." None of the promises made to them were kept. They permitted the Zionist state to earn some legitimacy and buy time for amassing more weapons of mass destruction and putting plans in order to materialize phase two of the Zionist plan for establishing greater Israel.

In this mishmash of delusions, appeasement and retreat, Israel rapidly lost the left over fears, came to plan false Flag operation and effectively used the Israel lobby in the United States to a total war and occupation of Iraq. The earlier fear of a United Arab front has been replaced with a disdain that borders on contempt. Despite the cosmetic withdrawal from Gaza strip, Israel's policies of apartheid and ethnic cleansing continued unabated.

For the Phase two of the Zionist totalitarian design, Israel had to build on this foundation of 13 years. It requires that Israel return to the callous, bloody and terrorist work of war and aggression. That means renouncing the deceptive plans of compromise, the fake hopes for good will, the drama of withdrawals. After more than 120 years of work, Israel is now just one false flag operation away from expanding the war to the remaining hurdles in its way of materializing the dream of a greater Israel.

Three types of visible forces are fully determined to make the Zionist dream of a greater Israel a reality. The forces with unflinching determination are: Zionists, neo-conservatives and Christian radicals.

The neoconservatives have their own Islamophobic agenda. They are looking for a total war on the Muslim world. Israel is just providing them with an excellent opportunity and excuse to bring the United States into the conflict. For example William Kristal writes in Weekly Standard (July 24, 2006):

"Why is this Arab-Israeli war different from all other Arab-Israeli wars? Because it's not an Arab-Israeli war. Most of Israel's traditional Arab enemies have checked out of the current conflict. The governments of Egypt, Jordan, Iraq, and Saudi Arabia are, to say the least, indifferent to the fate of Hamas and Hezbollah. The Palestine Liberation Organization (Fatah) isn't a player. The prime mover behind the terrorist groups who have started this war is a non-Arab